مارکسی سائنس

جدلیاتی اور تاریخی مادیت

جوزف اسٹالن

مترجم: شاداب مرتضیٰ

جاری کردہ: پاکستان مزدور کسان پارٹی

فہرست

1 مارکسی جدلیاتی طریقہ

1.1 فطرت مربوط اور متعین ہے
1.2 فطرت حرکت اور تبدیلی کی مستقل حالت میں ہے
1.3 فطرت میں مقداری تبدیلی معیاری تبدیلی تک لے جاتی ہے
1.4 فطرت میں تضادات دائمی ہیں

2 مارکسی فلسفیانہ مادیت

2.1 مادیت پسندی
2.2 معروضی حقیقت
2.3 دنیا اور اس کے قوانین جانے جاسکتے ہیں

3 تاریخی مادیت

3.1 بنیادی فیصلہ کن قوت کون سی ہے؟
3.2 پیداوار کی پہلی خاصیت
3.3 پیداوار کی دوسری خاصیت
3.4 پیداوار کی تیسری خاصیت

جدلیاتی اور تاریخی مادیت

جوزف اسٹالن (1938ء)

جدلیاتی مادیت مارکسی-لیننی پارٹی کا نظریہ عالم ہے۔ اسے جدلیاتی مادیت اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ فطرت کے مظاہر (Phenomena-چیزوں) کی جانب اس کا رویہ، ان کا مطالعہ کرنے اور انہیں سمجھنے کا اس کا طریقہ، جدلیاتی ہے، جبکہ فطری مظاہر کے بارے میں اس کی تشریح، ان مظاہر کے بارے میں اس کا تصور، اس کا نظریہ (تھیوری)، مادیت پسند ہے۔

تاریخی مادیت، سماجی زندگی کے مطالعے کے لیے جدلیاتی مادیت کے اصولوں کی توسیع کرنا، سماجی زندگی کے مظاہر، سماج اور اس کی تاریخ کے مطالعے کے لیے، جدلیاتی مادیت کے اصولوں کو استعمال کرنا ہے۔

اپنے جدلیاتی طریقے کی وضاحت کرتے ہوئے مارکس اور اینگلز عام طور پر ہیگل کا حوالہ ایک ایسے فلسفی کے طور پر دیتے ہیں جس نے جدلیات کی بنیادی خصوصیات کو تشکیل دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مارکس اور اینگلز کی جدلیات بالکل ہیگل کی جدلیات جیسی ہے۔ دراصل، مارکس اور اینگلز نے ہیگل کی جدلیات سے صرف اس کا "عقلی بیج" لیا جبکہ اس کے خیال پرست (Idealist-خیال پرست) خول کو مسترد کر دیا، اور اس طرح جدلیات کو مزید ترقی دیتے ہوئے اسے جدید، سائنسی شکل دی۔

مارکس کہتا ہے: "میرا جدلیاتی طریقہ نہ صرف ہیگلیلی (جدلیات) سے مختلف ہے بلکہ اس کی براہ راست ضد ہے۔ ہیگل کے نزدیک۔۔۔ سوچنے کا عمل، جسے وہ "خیال (آئیڈیا)" کے نام کے تحت، ایک خود مختار موضوع میں بدل دیتا ہے، وہ حقیقی دنیا کا خالق ہے، اور حقیقی دنیا اس خیال کی محض خارجی، ظاہری شکل

ہے۔ میرے نزدیک، اس کے برخلاف، خیال انسانی ذہن کے ذریعے مادی دنیا کی عکاسی اور سوچ کی شکلوں میں اس کی ترجمانی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ (مارکس: سرمائے کی پہلی جلد کے دوسرے جرمن ایڈیشن کا پسِ لفظ)۔

اپنی مادیت کی تشریح کرتے ہوئے مارکس اور اینگلز عام طور پر فیور باخ (Feurbach) کا حوالہ ایک ایسے فلسفی کے طور پر دیتے ہیں جس نے مادیت کو اس کے کھوئے ہوئے مقام پر بحال کیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مارکس اور اینگلز کی مادیت فیور باخ کی مادیت جیسی ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مارکس اور اینگلز نے فیور باخ کی مادیت سے اس کا "اندرونی مغز" لے لیا، اسے مادیت کے سائنسی فلسفیانہ نظریے میں ترقی دی اور اس کی خیالی، مذہبی-اخلاقی رکاوٹوں کو دور کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ فیور باخ حالانکہ ایک مادیت پسند تھا لیکن اس نے "مادیت" کے نام پر اعتراض کیا تھا۔ اینگلز نے ایک سے زیادہ بار یہ کہا کہ مادیت پسند "بنیاد" "کے باوجود" فیور باخ "روایتی خیال پرستانہ بندشوں میں قید رہا" اور یہ کہ "جونہی ہم اس کے مذہبی اور اخلاقی فلسفے پر آتے ہیں تو فیور باخ کی حقیقی خیال پرستی ثابت ہو جاتی ہے۔" (مارکس اور اینگلز کی تصانیف، جلد 14، صفحات 54-652)۔

جدلیات یونانی لفظ Dialego سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے بحث مباحثہ کرنا۔ قدیم زمانے میں جدلیات سچ تک پہنچنے کا ایسا فن تھا جس میں مخالف کے دلائل میں تضاد کو سامنے لا کر انہیں حل کیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں ایسے فلسفی بھی تھے جنہیں یقین تھا کہ سوچ میں موجود تضادوں کو سامنے لانا اور مخالف آراء کا ٹکراؤ سچ تک پہنچنے کا بہترین طریقہ تھا۔ سوچنے کا یہ جدلیاتی طریقہ بعد میں فطرت کے مظاہر تک پھیل گیا اور فطرت کو سمجھنے کے ایسے جدلیاتی طریقے میں ترقی کر گیا جو فطرت کے مظاہر کو مستقل حرکت کرنے

والے اور مستقل تبدیلی سے گزرنے والے مظاہر قرار دیتا ہے اور فطرت کے ارتقاء کو فطرت میں موجود تضادوں کے ارتقاء کا نتیجہ، فطرت میں موجود مخالف قوتوں کے باہمی عمل کا نتیجہ، سمجھتا ہے۔

اپنے جوہر میں جدلیات میٹافزکس (Metaphysics–مابعد الطبعیات) کی براہِ راست ضد ہے۔

1۔مارکسی جدلیاتی طریقہ (Marxist Dialectical Method)

1.1۔فطرت مربوط اور متعین ہے

میٹا فزکس کے برعکس، جدلیات فطرت کو چیزوں کا، مظاہر کا، ایسا حادثاتی مجموعہ نہیں سمجھتی جو ایک دوسرے سے کٹے ہوئے، الگ تھلگ اور آزاد ہیں بلکہ اسے مربوط چیزوں کا مجموعہ سمجھتی ہے جس میں موجود چیزیں اور مظاہر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے، ایک دوسرے پر انحصار کرنے والے اور ایک دوسرے سے متعین ہونے والے ہیں۔

اس لیے جدلیاتی طریقہ اس بات کا دعویدار ہے کہ فطرت میں موجود کسی بھی مظہر کو الگ تھلگ انداز سے، اردگرد کے مظاہر سے اسے کاٹ کر، نہیں سمجھا جا سکتا، اسی طرح جس طرح فطرت کے کسی بھی حصے کا کوئی بھی مظہر اس وقت ہمارے لیے بے معنی ہو جاتا ہے جب ہم اسے اس کے اردگرد موجود حالات کے ساتھ اس کے تعلق میں نہ دیکھیں بلکہ ان سے جدا کر کے دیکھیں؛اسی طرح کسی بھی مظہر کو تبھی سمجھا اور بیان کیا جا سکتا ہے جب اسے اردگرد کے مظاہر کے ساتھ اٹوٹ تعلق میں دیکھا جائے، ایک ایسے مظہر کے طور پر جو اپنے اردگرد کے ماحول سے متعین ہوتا ہے۔

1.2۔ فطرت حرکت اور تبدیلی کی مستقل حالت میں ہے

میٹافزکس کے برعکس، جدلیات کا نکتہِ نظر یہ ہے کہ فطرت سکون اور ٹھہراؤ کی، جمود اور سکوت کی حالت میں نہیں ہے بلکہ مستقل حرکت اور تبدیلی کی، مسلسل تجدید اور ترقی کی کیفیت میں ہے جہاں کوئی نہ کوئی چیز ہمیشہ ابھر رہی ہے اور ترقی کر رہی ہے اور کوئی چیز بکھر رہی ہے اور ختم ہو رہی ہے۔

اس لیے جدلیاتی طریقہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ مظاہر کو نہ صرف ان کے باہمی تعلق اور باہمی انحصار کے نکتہ نظر سے دیکھنا چاہیے بلکہ ان کے تغیر، ان کی تبدیلی، ان کی ترقی، ان کے وجود میں آنے اور ختم ہو جانے کے نکتہ نظر سے بھی دیکھنا چاہیے۔

جدلیاتی طریقہ اس چیز کو بنیادی طور پر اہم نہیں سمجھتا جو کسی خاص وقت میں مضبوط دکھائی دیتی ہے لیکن جو پھر بھی ختم ہونا شروع ہو چکی ہے، بلکہ اس چیز کو جو اہم سمجھتا ہے جو ابھر رہی ہے اور ترقی پا رہی ہے، حالانکہ اس وقت وہ چیز مضبوط دکھائی نہیں دیتی، کیونکہ جدلیاتی طریقہ صرف اسی چیز کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا ہے جو ابھر رہی ہے اور ترقی پا رہی ہے۔

اینگلز کہتا ہے: "تمام فطرت، چھوٹی سے چھوٹی چیزوں سے لے کر بڑی سے بڑی چیزوں تک، ریت کے زروں سے سورج تک، پروٹسٹا (اولین جاندار خلیے - اسٹالن) سے انسان تک، کا وجود ہمیشہ پیدا ہونے اور ختم ہو جانے میں، نہ رکنے والے بہاؤ میں، نہ ختم ہونے والی حرکت اور تبدیلی میں ہے۔" (ایضا، ص 484)۔

اسی لیے اینگلز کہتا ہے کہ جدلیات "چیزوں کو اور ان کی تصوراتی شکلوں کو بنیادی طور پر ان کے باہمی تعلق میں، ان کے تسلسل میں، ان کی حرکت میں، ان کے ابھرنے اور غائب ہو جانے میں دیکھتی ہے"۔ (مارکس اور اینگلز، جلد 14، ص 23)۔

1.3۔ فطرت میں مقداری تبدیلی معیاری تبدیلی تک لے جاتی ہے

میٹا فزکس کے برعکس، جدلیات ارتقاء کے عمل کو نشو ونما کا ایسا سادہ عمل نہیں سمجھتی جہاں مقدار (کمیت) کی تبدیلیاں (Quantitative Changes) معیار (کیفیت) کی تبدیلی (Qualitative Changes) کی جانب نہیں لے جاتیں بلکہ ارتقاء کا ایسا عمل سمجھتی ہے جو معمولی اور دکھائی نہ دینے والی مقداری تبدیلیوں سے گزر کر واضح بنیادی تبدیلیوں تک، معیاری تبدیلیوں تک، پہنچتا ہے؛ ایک ایسا عمل جس میں معیاری تبدیلیاں آہستہ آہستہ نہیں بلکہ تیزی سے اور اچانک ہوتی ہیں، ایک حالت سے دوسری حالت میں چھلانگ / جست کی شکل میں؛ یہ تبدیلیاں اتفاقی طور پر نہیں ہوتیں بلکہ آہستہ آہستہ اور دکھائی نہ دینے والی تبدیلیوں کے جمع ہو جانے سے ہوتی ہیں۔

اسی لیے جدلیاتی طریقہ یہ سمجھتا ہے کہ ارتقاء کے عمل کو دائرے میں ہونے والی حرکت، پہلے ہو جانے والی چیز کا سادہ دہراؤ، نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ایک آگے بڑھنے اور اوپر اٹھنے والی حرکت کے طور پر، پرانی مقداری حالت سے نئی معیاری حالت میں تبدیلی کے طور پر، سادگی سے پیچیدگی کی جانب، نچلی سطح سے اوپری سطح کی جانب ارتقاء کے طور پر دیکھنا چاہیے۔

اینگلز کہتا ہے کہ "فطرت جدلیات کا امتحان ہے اور جدید فطرتی (نیچرل) سائنس کے بارے میں یہ ضرور کہنا چاہیے کہ اس نے اس امتحان کے لیے نہایت مالا مال اور روزآنہ بڑھتا ہوا مواد فراہم کیا ہے اور اس طرح یہ ثابت کیا ہے کہ آخری تجزیے میں فطرت کا عمل جدلیاتی ہے مابعد الطبعیاتی (میٹافزیکل) نہیں، کہ یہ (فطرت) ہمیشہ یکساں انداز سے دائرے میں مستقل گردش نہیں کرتی بلکہ حقیقی تاریخ سے گزرتی ہے۔ یہاں اولین طور پر ڈارون (Darwin) کا ذکر ضرور کرنا چاہیے جس نے یہ ثابت کر کے فطرت کے بارے میں میٹافزکس کے تصور کو شدید دھچکہ پہنچایا ہے کہ آج کی جاندار دنیا، پودے اور جانور، اور اسی لیے انسان بھی، سب کے سب، ارتقاء کے ایک ایسے عمل کی پیداوار ہیں جو دسیوں لاکھوں سال سے جاری ہے۔"(ایضا، ص 23)۔

مقدار کی تبدیلیوں سے معیار کی تبدیلیوں میں منتقلی کے طور پر جدلیاتی ارتقاء کی تشریح کرتے ہوئے، اینگلز کہتا ہے:

"فزکس میں۔۔۔ ہر تبدیلی مقدار کی معیار میں منتقلی ہے، حرکت کی کسی ایسی شکل کی مقداری تبدیلی کے نتیجے میں جو کسی جسم میں دائمی طور پر موجود ہے یا اسے دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر پانی کے درجۂ حرارت (Temperature) کا ابتدائی طور پر اس کی مائع حالت (Liquid State) پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ لیکن جیسے ہی مائع پانی کا درجۂ حرارت بڑھتا یا کم ہوتا ہے تو وہ وقت آتا ہے جب اتصال کی یہ حالت بدلتی ہے اور پانی ایک صورت میں بھاپ میں اور دوسری صورت میں برف میں بدل جاتا ہے۔۔۔ پلاٹینم کی تار کو دہکانے کے لیے کرنٹ کی ایک کم سے کم متعین مقدار درکار ہوتی ہے؛ ہر دھات کو پگھلانے کے لیے اس کا ایک مخصوص درجۂ حرارت ہے؛ ہر مائع کا ایک خاص دباؤ پر ایک خاص نکتۂ انجماد اور نکتۂ ابال ہے، جس حد تک ہم موجودہ وسائل کے ذریعے مطلوبہ درجۂ حرارت حاصل کر سکتے ہیں؛ آخر میں، ہر

گیس کا ایک اہم لمحہ ہے جس پر، مناسب دباؤ اور ٹھنڈک کے ذریعے، اسے مائع حالت میں بدلا جا سکتا ہے۔۔۔ جنہیں فزکس کے مستقلات (Physical Constants) سمجھا جاتا ہے (یعنی وہ نکتہ جہاں ایک حالت دوسری حالت میں بدلتی ہے - اسٹالن) وہ ان نوڈل نکتوں (Nodal Points) کے تخمینوں کے سوا کچھ نہیں جہاں پر اکثر معاملوں میں حرکت کی مقدار میں اضافہ یا کمی کسی جسم کی حالت میں معیاریتبدیلی پیدا کرتی ہے اور جہاں پر، نتیجتاً، مقدار معیار میں بدل جاتی ہے۔" (ایضا، ص 28-527)۔

کیمسٹری (Chemistry) کی طرف آتے ہوئے اینگلز اپنی بات جاری رکھتا ہے:

"کیمسٹری کو ان معیاری (کیفیتی) تبدیلیوں کی سائنس کہا جا سکتا ہے جو اجسام کی ہیئت / شکل میں ہونے والی مقداری (کمیتی) تبدیلیوں کے اثر سے ہوتی ہیں۔ ہیگل کو یہ بات پہلے ہی معلوم تھی۔۔۔ آکسیجن کو لیں؛ اگر مالیکیول میں دو روایتی ایٹموں کے بجائے تین ایٹم ہوں تو ہمیں اوزون (Ozone) ملے گی، جو ایسا جسم ہے جو اپنی بو اور رد عمل کے لحاظ سے آکسیجن سے واضح طور پر مختلف ہے۔ اور ہم ان مختلف تناسبوں (Proportions) کے بارے میں کیا کہیں جن میں آکسیجن، نائٹروجن یا سلفر کے ساتھ ملتی ہے اور جس میں سے ہر تناسب تمام دوسروں سے مختلف جسم پیدا کرتا ہے!" (ایضا، ص528)۔

آخر میں، ڈیورنگ پر تنقید کرتے ہوئے، جس نے ہیگل کی خوبیوں میں نقص نکالے تھے، لیکن جس نے چپکے سے یہ مشہور نظریہ بھی ادھار لے لیا تھا کہ لاشعوری دنیا سے شعوری دنیا میں، بے جان مادے کی دنیا سے جاندار زندگی کی دنیا میں منتقلی، ایک نئی حالت میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے، اینگلز کہتا ہے:

" یہ پیمائش کے رشتوں کی بالکل وہی ہیگیلی نوڈل لائن ہے جس میں کسی خاص نوڈل نکتوں پر، خالصتا مقداری کمی یا اضافہ معیاری چھلانگ کو پیدا کرتا ہے، مثال کے طور پر، پانی کے معاملے میں، جسے گرم یا ٹھنڈا کیا جاتا ہے، جہاں نکتہِ ابال اور نکتہِ جمود وہ نکتے ہیں جہاں - عام دباؤ کے تحت - ایک نئی حالت میں جست (منتقلی) واقع ہوتی ہے، اور جہاں، نتیجتا، مقدار معیار میں بدل جاتی ہے۔" (ایضا، ص 45-46)۔

1.4۔ فطرت میں تضادات دائمی ہیں

میٹافزکس کے برعکس، جدلیات کا ماننا ہے کہ فطرت کی تمام چیزوں اور مظاہر میں اندرونی تضاد ہوتے ہیں، کیونکہ ان سب کے منفی اور مثبت پہلو ہیں، ایک ماضی اور ایک مستقبل ہے، کوئی چیز ختم ہو رہی ہے اور کوئی جنم لے رہی ہے؛ اور کیونکہ ان تضادوں کے درمیان کشمکش، نئے اور پرانے کے درمیان کشمکش، جو ختم ہو رہا ہے اور جو پیدا ہو رہا ہے، جو مٹ رہا ہے اور جو ترقی کر رہا ہے، ان کے درمیان کشمکش، ارتقاء کے عمل کے دائمی مواد کی، یعنی مقدار کی تبدیلیوں کے ذریعے معیار میں تبدیلیوں کے دائمی مواد کی، تشکیل کرتی ہے۔

چنانچہ، جدلیات کا ماننا یہ ہے کہ نیچے سے اوپر ارتقاء کا عمل مظاہر کے کسی باترتیب دہراؤ کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ چیزوں اور مظاہر کے اندر موجود تضادوں کو نمایاں کرنے سے، ان تضادوں کی بنیاد پر عمل کرنے والے "مخالف" رجحانوں کی کشمکش سے ہوتا ہے۔ لینن کہتا ہے: "اپنے صحیح معنی میں جدلیات کا مطلب اس تضاد کا مطالعہ کرنا ہے جو چیزوں کے اپنے جوہر میں ہے۔" (لینن، فلسفیانہ نوٹ بک، ص 265)۔

اور مزید یہ کہ "ارتقاء تضادوں کی 'کشمکش' ہے۔" (لینن، جلد 13، ص 301)۔

یہ ہیں، مختصرا، مارکسی جدلیاتی طریقے کی بنیادی خاصیتیں۔

یہ سمجھنا آسان ہے کہ سماجی زندگی اور سماج کی تاریخ کے مطالعے کے لیے جدلیاتی مادیت کے اصولوں ی توسیع کرنا کتنا اہم ہے اور سماج کی تاریخ اور مزدور طبقے کی پارٹی کی عملی سرگرمیوں پر ان اصولوں کو لاگو کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

اگر دنیا میں کوئی مظاہر الگ تھلگ نہیں ہیں، اگر تمام مظاہر باہمی تعلق اور باہمی انحصار رکھتے ہیں تو پھر یہ واضح ہے کہ تاریخ میں ہر سماجی نظام اور ہر سماجی تحریک کا جائزہ "ابدی انصاف" کے نکتہ نظر سے یا پہلے سے طے شدہ کسی اور نکتہ نظر سے ہر گز نہیں لینا چاہیے، جیسا کہ تاریخ دان عموما کرتے ہیں، بلکہ ان حالات کے نکتہ نظر سے لینا چاہیے جنہوں نے اس نظام یا اس سماجی تحریک کو جنم دیا اور جن کے ساتھ وہ جڑے ہوئے ہیں۔

غلامی کا نظام جدید حالات میں بے معنی، احمقانہ اور غیر فطری دکھائی دے گا۔ لیکن بکھرتے ہوئے قدیم کمیونل (Communal - اشتراکی) نظام کے حالات کے تحت یہ ایک قدرتی مظہر اور کافی سمجھ میں آنے والی چیز ہے، کیونکہ، یہ قدیم کمیونل / اشتراکی نظام پر ایک پیش قدمی کی نمائندگی کرتا ہے۔

زار شاہی[1] اور سرمایہ دار طبقے کی موجودگی میں سرمایہ دار جمہوری ریپبلک کا مطالبہ کرنا، جیسا کہ 1905ء میں روس میں ہوا، کافی سمجھ میں آنے والا، درست اور انقلابی مطالبہ تھا؛ کیونکہ اس وقت سرمایہ دار ریپبلک کا مطلب ایک پیش قدمی تھا۔ لیکن اب، سوویت یونین (USSR) کے حالات کے تحت، سرمایہ دار جمہوریہ کا مطالبہ بے معنی اور ردِ انقلابی مطالبہ ہو گا؛ کیونکہ سوویت ریپبلک کے مقابلے میں سرمایہ دار ریپبلک ایک رجعتی قدم ہو گا۔

ہر چیز کا دار و مدار، حالات، وقت اور مقام پر ہوتا ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ سماجی مظاہر کی جانب اس تاریخی رویے کے بغیر تاریخ کی سائنس کا وجود اور اس کی ترقی ناممکن ہے؛ کیونکہ صرف یہی رویہ تاریخ کی سائنس کو حادثوں کا ڈھیر یا نہایت احمقانہ غلطیوں کا ملغوبہ بننے سے بچا سکتا ہے۔

مزید بر آں، اگر دنیا مستقل حرکت اور ارتقاء کی حالت میں ہے، اگر پرانے کا ختم ہو جانا اور نئے کا نشو و نما کرنا ارتقاء کا قانون ہے، تو یہ واضح ہے کہ کوئی بھی سماجی نظام ایسا نہیں جو تبدیل نہ ہو، نجی ملکیت اور استحصال (ظلم) کے کوئی "ابدی اصول" نہیں ہیں، کسان کو زمیندار کا، اور مزدور کو سرمایہ دار کا، محکوم بنانے کے کوئی "ابدی خیالات" نہیں ہیں۔
لہٰذا، سرمایہ داری نظام کو سوشلسٹ نظام سے تبدیل کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جس طرح ایک زمانے میں جاگیر داری نظام کو سرمایہ داری نظام نے بدلا۔

---

[1] روس کا بادشاہی نظام

چنانچہ، ہمیں اپنی ذہنی سمت کی بنیاد سماج کی اس پرت (Strata) پر نہیں رکھنا چاہیے جو مزید ارتقاء نہیں کر رہی، خواہ اس وقت وہ غالب قوت ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ان پرتوں پر رکھنا چاہیے جو نشو و نما کر رہی ہیں اور جن کے سامنے ایک مستقبل ہے، حالانکہ موجودہ حالات میں وہ غالب قوت نہیں ہیں۔

پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی میں (1880ء) میں مارکسیوں اور نرودنکوں[2] (Narodniks) کے درمیان جدوجہد کے دور میں، روس میں مزدور طبقہ آبادی کے ایک بہت معمولی حصے پر مشتمل تھا، جبکہ انفرادی کسان، آبادی کی وسیع اکثریت پر مشتمل تھے۔ لیکن مزدور طبقہ ابھرتا ہوا طبقہ تھا اور کسان طبقہ منتشر ہو رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے کہ مزدور طبقہ ابھرتا ہوا طبقہ تھا مارکسوں نے اپنی ذہنی سمت کی بنیاد مزدور طبقے پر رکھی۔ اور وہ غلط نہیں تھے؛ کیونکہ، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، بعد میں مزدور طبقہ ایک معمولی قوت سے نشو و نما کر کے اول درجے کی تاریخ اور سیاسی قوت بن گیا۔

چنانچہ، پالیسی کے معاملے میں غلطی سے بچنے کے لیے پیچھے کی جانب نہیں بلکہ ہمیشہ آگے دیکھنا چاہیے۔

چنانچہ، کیپٹلزم (سرمایہ داری نظام) سے سوشلزم میں منتقلی، کیپٹلزم کی لعنت سے مزدور طبقے کی آزادی، سست تبدیلیوں سے، اصلاحات (Reforms) سے، نہیں ہو سکتی، بلکہ صرف کیپٹلزم کی معیاری تبدیلی سے، انقلاب سے، ہی ہو سکتی ہے۔

چنانچہ، پالیسی میں غلطی سے بچنے کے لیے انقلابی ہونا چاہیے، اصلاح پسند (Reformist) نہیں۔

---

[2] روس کے وہ انقلابی جو کسان طبقے کو سوشلسٹ انقلاب کا ہراول طبقہ سمجھتے تھے۔

مزید بر آں، اگر ارتقاء یا ترقی کا عمل اندرونی تضادوں کے سامنے آنے سے، ان تضادوں کی بنیاد پر مخالف قوتوں کے ٹکراؤ سے، اور ان تضادوں پر قابو پانے سے ہوتا ہے، تو یہ بات واضح ہے کہ مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد بالکل فطری اور ناگزیر مظہر ہے۔

لہذا، ہمیں سرمایہ داری کے تضادوں کو ہرگز چھپانا نہیں چاہیے بلکہ انہیں نمایاں اور بے نقاب کرنا چاہیے؛ ہمیں طبقاتی جدوجہد کو روکنا نہیں چاہیے بلکہ اسے منطقی انجام تک لے جانا چاہیے۔

لہذا، پالیسی میں غلطی نہ کرنے کے لیے مزدور طبقے کی غیر مصالحتی پالیسی اختیار کرنا چاہیے، سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفادات کے درمیان ہم آہنگی کی اصلاحی پالیسی نہیں، کیپٹلزم کے سوشلزم میں "ترقی" کر جانے کی سمجھوتہ باز پالیسی نہیں۔

یہی مارکسی جدلیاتی طریقہ ہے جب اسے سماجی زندگی پر، سماج کی تاریخ پر، لاگو کیا جائے۔

جہاں تک مارکسی فلسفیانہ مادیت کی بات ہے تو یہ بنیادی طور پر فلسفیانہ خیال پرستی کے بالکل خلاف ہے۔

2۔ مارکسی فلسفیانہ مادیت (Marixst Philosophical Materialism)

مارکسی فلسفیانہ مادیت کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں:

1۔مادیت پسندی(Materialism)

آئیڈیلزم (Idealism - خیال پرستی) کے برعکس، جو دنیا کو ایک "خیالِ کامل (Absolute Idea)"، "روحِ عالم (Universal Spirit)"یا "شعور(Consciousness)" وغیرہ قرار دیتا ہے،مارکس کی فلسفیانہ مادیت کا دعوی ہے کہ دنیاخود اپنی فطرت میں "مادی(Materialist)"ہے، کہ دنیاکے مختلف قسموں کے مظاہر متحرک مادے کی مختلف شکلیں ہیں، کہ مظاہر کا باہمی تعلق اور باہمی انحصار، جو کہ جدلیاتی طریقے سے ثابت شدہ ہے، یہ حرکت پذیر مادے کے ارتقاء وترقی کا قانون ہیں اور یہ کہ دنیامادے کی حرکت کے قوانین کی موافقت میں ارتقاء کرتی ہے اور اسے کسی "روحِ عالم" کی ضرورت نہیں ہے۔ اینگلز کہتا ہے: "فطرت کا مادی نکتۂ نظر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ فطرت کو اسی طرح سمجھا جائے جس طرح یہ وجود رکھتی ہے، کسی بیرونی (خارجی) آمیزش (Admixture) کے بغیر۔"(مارکس اور اینگلز، جلد14، ص651)۔

قدیم فلسفی ہیر اکلائٹس(Heraclitus) کے مادیت پسند خیالات کی بات کرتے ہوئے، جس کا خیال تھا کہ "دنیا۔۔۔ کو کسی خدا یا انسان نے تخلیق نہیں کیا بلکہ یہ ایک زندہ شعلہ تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی، منظم انداز سے بھڑکتی ہوئی اور منظم انداز سے دھیمی ہوتی ہوئی"، لینن تبصرہ کرتا ہے کہ "(یہ) جدلیاتی مادیت کے ابتدائی عناصر کی ایک بہت اچھی تشریح (ہے)"۔(لینن، فلسفیانہ نوٹ بک، ص318)۔

2۔ معروضی حقیقت(Objective Reality)

میٹافزکس کے برعکس، جس کا ماننا ہے کہ صرف ہمارا شعور ہی حقیقت میں وجود رکھتا ہے، اور مادی دنیا، ہستی(Being) ، فطرت، صرف ہمارے شعور میں، ہماری حسیات (Sensations) میں، خیالات میں اور تصورات میں، وجود رکھتے ہیں، مارکسی فلسفیانہ مادیت کا ماننا ہے کہ مادہ، فطرت، ہستی وغیرہ معروضی حقیقت ہیں جو ہمارے شعور سے باہر اور اس سے آزاد اپنا وجود رکھتی ہیں؛ کہ مادہ اولین ہے، کیونکہ یہی حسیات، خیالات اور شعور کا ذریعہ (Source) ہے، اور شعور ثانوی ہے، اخذ شدہ (Derivative)ہے، کیونکہ یہ مادے کا انعکاس(Reflection) ، ہستی کا انعکاس، ہے؛ کہ سوچ مادے کی پیداوار ہے جو اپنے ارتقاء میں کاملیت (Perfection) کی ایک اعلی سطح پر پہنچ گیا ہے، یعنی دماغ کی سطح تک، اور دماغ ہی سوچنے والا عضو ہے؛ اور اسی لیے سنگین غلطی کیے بغیر سوچ کو مادے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اینگلز کہتا ہے :

"سوچ اور ہستی کے تعلق کا سوال، روح اور فطرت کے تعلق کا سوال، تمام فلسفے کا سب سے اہم سوال ہے۔۔۔ فلسفیوں نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے اس نے انہیں دو عظیم کیمپوں میں بانٹ دیا ہے۔ جنہوں نے فطرت پر روح کی اولیت کا دعوی کیا۔۔۔ انہوں نے خیال پرستی (آئیڈیلزم) کے کیمپ کو تشکیل دیا۔ دوسرے، جنہوں نے فطرت کو اولیت دی، وہ مادیت کے مختلف اسکولوں سے تعلق رکھتے ہیں"۔ (مارکس، منتخب تصانیف، جلد1، ص329)۔

اور مزید یہ کہ: "مادی دنیا، حسی ادراک (Sensual Perception) کی دنیا، جس سے ہم بھی تعلق رکھتے ہیں، وہی واحد حقیقت ہے۔۔۔ ہمارا شعور اور سوچ، خواہ یہ کتنے ہی ماورائے حسیات دکھائی دیں، یہ ایک مادی، جسمانی عضو کی، دماغ کی، پیداوار ہیں۔ مادہ ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ذہن بذاتِ خود مادے کی اعلیٰ ترین پیداوار ہے۔" (ایضا، ص332)۔

مادے اور سوچ کے سوال کے حوالے سے مارکس کہتا ہے: "یہ ناممکن ہے کہ سوچ کو اس مادے سے جدا کیا جائے جو سوچتا ہے۔ مادہ ہی تمام تبدیلیوں کا موضوع ہے۔" (ایضا، ص302)۔

مارکسی مادیت پسندی کی وضاحت کرتے ہوئے لینن کہتا ہے: "عمومی طور پر مادیت معروضی حقیقی ہستی کو (مادے کو) شعور، حسیات، تجربے، سے آزاد تسلیم کرتی ہے۔۔۔ شعور صرف ہستی کا انعکاس ہے، زیادہ سے زیادہ بس اس کی سچائی کا قریب ترین (کافی، بالکل درست) تخمینہ ہے۔" (لینن، جلد 13، ص67-266)۔

اور مزید یہ کہ: "مادہ وہ ہے جو ہمارے حسیاتی عضویات (Sense Organs) پر اثر انداز ہو کر احساس (Sensation) پیدا کرتا ہے؛ مادہ وہ معروضی حقیقت ہے جو ہمیں احساس میں ملتی ہے؛ مادہ، فطرت، ہستی، یعنی جسمانی مظاہر - یہ سب اولین ہیں اور روح، شعور، احساس، یعنی نفسیاتی (Psychical) مظاہر - یہ ثانوی ہیں۔" (ایضا، ص20-119).

"دنیا کی تصویر یہ تصویر ہے کہ مادہ کیسے حرکت کرتا ہے اور کیسے "مادہ سوچتا" ہے"۔ (ایضا، ص288)۔

"دماغ سوچنے والا عضو ہے۔" (ایضا، ص 125)۔

3۔ دنیا اور اس کے قوانین جانے جاسکتے ہیں

آئیڈیلزم کے برعکس، جو دنیا اور اس کے قوانین کو جاننے کے امکان سے انکار کرتا ہے، جو ہمارے علم کے مستند ہونے (Authenticity) پر یقین نہیں رکھتا، معروضی سچ کو تسلیم نہیں کرتا، اور یہ دعوی کرتا ہے کہ دنیا "اشیاء فی الذات" (Things-in-themselves) " سے بھری ہوئی ہے، جنہیں سائنس کبھی نہیں جان سکتی، مارکسی مادیت پسندی کا دعوی ہے کہ دنیا اور اس کے قوانین کو جانا جا سکتا ہے، کہ فطرت کے قوانین کے بارے میں ہمارا علم، تجربے اور عمل سے جانچا گیا درست علم ہے، جو معروضی سچائی کا درجہ رکھتا ہے، اور دنیا میں ایسی کوئی چیزیں نہیں جنہیں جانا نہ جا سکتا ہو، بلکہ صرف وہ چیزیں ہیں جنہیں اب تک جانا نہیں گیا ہے، لیکن جنہیں سائنسی اور عملی کوششوں کے ذریعے سامنے لایا جائے گا اور جان لیا جائے گا۔

کانٹ (Immanuel Kant) اور دوسرے خیال پرست فلسفیوں کے اس نظریے پر تنقید کرتے ہوئے کہ دنیا کو جانا نہیں جا سکتا اور یہ کہ "اشیاء فی الذات" ہیں جنہیں جانا نہیں جا سکتا، اور اس مشہور مادیت پسند نظریے کا دفاع کرتے ہوئے کہ ہمارا علم درست علم ہے، اینگلز لکھتا ہے:

"یہ اور اس جیسی تمام دوسری فلسفیانہ خرافات کی سب سے نمایاں تردید عمل ہے، یعنی، تجربہ اور صنعت۔ اگر ہم اس قابل ہوں کہ کسی فطری عمل کے بارے میں اپنے خیال کو خود اپنے عمل سے ثابت کر دیں، اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اسے اس کے حالات میں سے پیدا کر کے دکھا دیں، تو پھر کانٹ

کی ناقابلِ فہم "شے فی الذات" کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جانوروں اور پودوں کے جسموں میں پیدا ہونے والے کیمیائی مادے اسی قسم کی "اشیاء فی الذات" تھے جب تک کہ نامیاتی (Organic) کیمسٹری نے انہیں ایک کے بعد ایک پیدا کرنا شروع نہیں کیا تھا، جس کے بعد "شے فی الذات" ہمارے لیے شے بن گئی، جیسے کہ، مثال کے طور پر، الزارن(Alizarin) ، مجیٹھ (Madder) پودے کا رنگ کا مادہ، جسے اب ہم کھیت میں مجیٹھ پودے لگا کر حاصل کرنے کی زحمت نہیں کرتے، بلکہ کافی سستے اور سادہ انداز سے کول تار (Coal Tar) سے پیدا کرتے ہیں۔ 300 سال سے کوپرنیکس کا نظامِ شمسی ایک مفروضہ تھا، جس کے درست ہونے کا امکان سو، ہزار یا دس ہزار میں سے ایک تھا، لیکن پھر بھی ایک مفروضہ۔ لیکن جب لاوریئر (Lavirrer) نے اس نظام کے فراہم کیے گئے ڈیٹا کے ذریعے، نہ صرف ایک نامعلوم سیارے کے وجود کے لازمی ہونے کا نتیجہ نکالا، بلکہ آسمان پر اس کے اس مقام کا حساب بھی لگایا جہاں اسے لازمی ہونا چاہیے، اور جب گلیلیو نے اس سیارے کو ڈھونڈ نکالا، تب کوپرنیکن نظام ثابت ہو گیا"۔ (اینگلز، باب "مادیت پسندی"، لڈوگ فیورباخ اور کلاسیکی جرمن فلسفے کا اختتام، 1886ء)۔

بوگدانوف، بازاروف، یشکیوچ اور (ارنسٹ) ماخ کے دوسرے مقلدوں کو نظریہ ایمان (Fideism)[3] کا ملزم ٹھہراتے ہوئے اور اس معروف مادیت پسند نظریے کا دفاع کرتے ہوئے کہ قدرت کے قوانین کا ہمارا سائنسی علم مستند علم ہے، اور یہ کہ سائنسی قوانین معروضی حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں، لینن کہتا ہے: "عہد حاضر کا نظریہ ایمان سائنس کو ہرگز رد نہیں کرتا؛ جسے یہ رد کرتا ہے وہ سائنس کے "مبالغہ آمیز دعوے" ہیں، یعنی، اس کا (سائنس کا) معروضی حقیقت کا دعوی۔ اگر معروضی سچ موجود ہے (جیسا کہ مادیت پسند سمجھتے ہیں)، اگر نیچرل سائنس، بیرونی دنیا کو انسان کے "تجربے" میں منعکس کرتے

---

[3] یہ نظریہ علم (Epistemological Theory) کہ ایمان کو دلیل پر، سائنس پر، فوقیت حاصل ہے۔ ایمان ہی سچائی تک لے جانے والی قوت ہے۔

ہوئے، ہمیں معروضی سچ دینے کا واحد ذریعہ ہے، تو پورا نظریہ ایمان مکمل طور پر غلط ثابت ہو جاتا ہے۔"
(لینن، جلد 13، ص 102)۔

مختصراً، یہ ہیں مارکسی فلسفیانہ مادیت پسندی کی نمایاں خاصیتیں۔

یہ سمجھنا آسان ہے کہ فلسفیانہ مادیت پسندی کے اصولوں کو سماج اور سماج کی تاریخ کے مطالعے کے لیے وسیع کرنا کس قدر اہم ہے، اور سماج کی تاریخ اور مزدور طبقے کی پارٹی کی عملی سرگرمیوں میں ان اصولوں کا اطلاق کرنا کس قدر ضروری ہے۔

اگر فطرت کے مظاہر کے باہمی روابط اور ان کا باہمی انحصار فطرت کے ارتقاء کے قوانین ہیں تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ سماجی زندگی کے مظاہر کے باہمی روابط اور ان کا باہمی انحصار سماجی زندگی کے ارتقاء کے قوانین ہیں، کوئی حادثاتی / اتفاقی چیز نہیں۔

لہذا، سماجی زندگی، سماج کی تاریخ "حادثوں / اتفاقوں" کا ڈھیر نہیں رہتی، کیونکہ سماج کی تاریخ مستقل قوانین کے مطابق سماجی ارتقاء بن جاتی ہے، اور سماج کی تاریخ کا مطالعہ سائنس بن جاتا ہے۔

لہذا، مزدوروں کی پارٹی کی عملی سرگرمی ہرگز "ممتاز افراد" کی نیک خواہشوں پر، "دلیل" کے احکامات پر، "عالمی اخلاقی اصولوں" پر مبنی نہیں ہونا چاہیے بلکہ سماجی ارتقاء کے قوانین پر اور ان قوانین کے مطالعے پر مبنی ہونا چاہیے۔

مزید یہ کہ اگر دنیا کو جانا جاسکتا ہے اور فطرت کے ارتقاء کے قوانین کا ہمارا علم مستند علم ہے، اس کے پاس معروضی حقیقت کی تصدیق ہے، تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سماجی زندگی کو، سماج کے ارتقاء کو بھی جانا جاسکتا ہے، اور سماج کے ارتقاء کے قوانین کے بارے میں سائنس کا ڈیٹا، مستند ڈیٹا ہے اور اس کے پاس معروضی حقیقتوں کی تصدیق ہے۔

لہذا، سماج کی تاریخ کی سائنس، سماجی مظاہر کی تمام تر پیچیدگی کے باوجود، اسی قدر درست سائنس بن سکتی ہے جس قدر، مثلاً، بائیولوجی (Biology)، اور سماج کے ارتقاء کے قوانین کو عملی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے قابل ہو سکتی ہے۔

لہذا، مزدوروں کی پارٹی کو اپنی عملی سرگرمیوں میں عامیانہ محرکات سے رہنمائی نہیں لینا چاہیے، بلکہ سماجی ارتقاء کے قوانین سے، اور ان قوانین سے اخذ کیے گئے عملی نتائج سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔

لہذا، سوشلزم انسانیت کے بہتر مستقبل کے ایک خواب سے ایک سائنس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

لہذا، عملی سرگرمی اور سائنس کے درمیان جڑاؤ، عمل اور نظریے کے درمیان جڑاؤ، ان کا اتحاد، مزدوروں کی پارٹی کا رہنما ستارہ ہونا چاہیے۔

مزید یہ کہ اگر فطرت، مادی دنیا کی حیثیت سے، اولین ہے، اور شعور، سوچ، ثانوی، اخذ شدہ، ہے؛ اگر مادی دنیا اس معروضی حقیقت کی نمائندگی کرتی ہے جو انسان کے شعور سے آزاد وجود رکھتی ہے، تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سماج کی مادی زندگی، اس کی ہستی بھی اولین ہیں اور اس کی روحانی زندگی،، ثانوی،

اخذ شدہ ہے، اور یہ کہ سماج کی مادی زندگی ایک ایسی معروضی حقیقت ہے جو انسان کے ارادے سے آزاد وجود رکھتی ہے، جبکہ سماج کی روحانی زندگی اس معروضی حقیقت کا عکس ہے، اس کی ہستی کا ایک عکس۔

لہذا، سماج کی روحانی زندگی کا منبع، سماجی خیالات، سماجی نظریات، سیاسی خیالات اور سیاسی اداروں کے ماخذ کو خیالات، نظریات، نکتۂ نظر اور سیاسی اداروں میں نہیں بلکہ سماجی زندگی کے مادی حالات میں، سماجی ہستی میں تلاش کرنا چاہیے، جن کا یہ خیالات، تصورات، نکتۂ نظر وغیرہ، عکس ہیں۔

لہذا، اگر سماج کی تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف سماجی خیالات، نظریات، نکتۂ نظر اور سیاسی ادارے مشاہدے میں آتے ہیں؛ اگر غلام دار سماج (Slave Society) میں ہمیں بعض مخصوص خیالات، نظریات، نکتۂ نظر اور سیاسی ادارے نظر آتے ہیں اور جاگیر داری نظام میں ان سے مختلف، اور کیپٹلزم میں ان سے بھی الگ، تو اس کی وضاحت خود خیالات، نظریات، نکتۂ نظر یا سیاسی اداروں کی "فطرت" یا "خصوصیات" سے نہیں، بلکہ سماجی ارتقاء کے مختلف ادوار میں، سماج کی مادی زندگی کے مختلف حالات سے کرنا چاہیے۔

کسی سماج کی ہستی جس طرح کی ہو گی، کسی سماج کی مادی زندگی کے حالات جس طرح کے ہوں گے، اس سماج کے خیالات، نظریات، سیاسی افکار اور سیاسی ادارے اسی طرح کے ہوں گے۔ اس بارے میں مارکس کہتا ہے: "یہ انسانوں کا شعور نہیں ہے جو ان کی ہستی کا تعین کرتا ہے، بلکہ، اس کے برعکس، یہ ان کی سماجی ہستی ہے جو ان کے شعور کو متعین کرتی ہے۔" (مارکس، منتخبات، جلد 1، ص 269)۔

اس لیے پالیسی میں غلطی نہ کرنے کے لیے، خود کو فارغ خواب پرستوں کی صف میں نہ پانے کے لیے، مزدوروں کی پارٹی کو اپنی سرگرمیوں کی بنیاد تجریدی "انسانی عقل کے اصولوں" پر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ سماج کی مادی زندگی کے ٹھوس حالات پر، سماجی ارتقاء کا تعین کرنے والی قوت کی حیثیت سے، رکھنا چاہیے؛ "عظیم افراد" کی نیک خواہشات پر نہیں، بلکہ سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کی حقیقی ضرورتوں پر رکھنا چاہیے۔

نرودنک، انارکسٹ (نراجیت پسند) اور سوشلسٹ انقلابیوں سمیت خواب پرست (یوٹوپیائی) لوگوں کی شکست کا سبب دوسری وجوہات کے علاوہ یہ حقیقت بھی تھی کہ انہوں نے اس اولین کردار کو تسلیم نہیں کیا جو سماجی زندگی کے مادی حالات سماج کی ترقی میں ادا کرتے ہیں، اور آئیڈیلزم میں غرق ہو کر، انہوں نے اپنی سرگرمیوں کی بنیاد سماج کے مادی حالات کی ترقی کی ضرورتوں پر نہیں رکھی، بلکہ ان ضروریات سے ماورا ہو کر اور ان کے برخلاف، "خیالی منصوبوں" پر اور "ہر مسئلے کا احاطہ کرنے والے عملی منصوبوں" پر رکھی، جو سماج کی حقیقی زندگی سے کٹے ہوئے تھے۔

مارکسزم-لینن ازم کی مضبوطی اور قوتِ حیات اس حقیقت میں ہے کہ یہ اپنی عملی سرگرمی کی بنیاد سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کی ضرورتوں پر رکھتا ہے اور خود کو سماج کی حقیقی زندگی سے کبھی بھی جدا نہیں کرتا۔

لیکن مارکس کے الفاظ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سماجی خیالات، نظریات، سیاسی نکتۂ نظر اور سیاسی ادارے سماج کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے، کہ وہ بدلے میں سماجی ہستی کو، سماج کی زندگی کے مادی حالات کے ارتقاء کو، متاثر نہیں کرتے۔ اب تک ہم سماجی خیالات، نظریات، نکتۂ نظر اور سیاسی اداروں کے ماخذ

کے بارے میں بات کرتے رہے ہیں، کہ وہ کس طرح ابھرتے ہیں، اس حقیقت کے بارے میں کہ سماج کی روحانی زندگی اس کی مادی زندگی کے حالات کا عکس ہوتی ہے۔ جہاں تک سماجی خیالات، نظریات، نکتہِ نظر اور سیاسی اداروں کا تعلق ہے، جہاں تک تاریخ میں، تاریخی مادیت میں، ان کے کردار کی بات ہے تو ان کے کردار کو مسترد کرنے کے بجائے، مارکسزم-لینن ازم سماج کی زندگی میں، تاریخ میں، ان عناصر کی اہمیت اور ان کے اہم کردار پر زور دیتا ہے۔

سماجی خیالات اور نظریات مختلف قسموں کے ہوتے ہیں۔ ایسے خیالات اور نظریات ہوتے ہیں جو اپنا وقت گزار چکے ہیں اور جو سماج کی زوال پذیر قوتوں کے مفادات کو پورا کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس حقیقت میں ہے کہ یہ سماج کے ارتقاء میں، اس کی ترقی میں، رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ جدید خیالات اور نظریات ہوتے ہیں جو سماج کی جدید قوتوں کے مفادات کو پورا کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس حقیقت میں ہے کہ وہ سماج کے ارتقاء میں، اس کی ترقی میں، سہولت دیتے ہیں؛ اور ان کی اہمیت اسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر زیادہ درستگی کے ساتھ وہ سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کی ضرورتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

نئے خیالات اور نظریات اس کے بعد ہی سامنے آتے ہیں جب سماج کی مادی زندگی کا ارتقاء سماج کے سامنے نئے اہداف مقرر کر دیتا ہے۔ لیکن جب وہ پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ایک ایسی مضبوط ترین قوت بن جاتے ہیں جو سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کے مقرر کیے گئے اہداف کو حاصل کرنے میں سہولت پیدا کرتی ہے، ایک ایسی قوت جو سماج کی ترقی میں سہولت دیتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نئے خیالات، نظریات، نکتہِ نظر اور سیاسی اداروں کی زبردست تنظیمی، تحریکی اور چیزوں کو بدل دینے والی قدر (Value) خود کو ظاہر کرتی ہے۔ نئے خیالات اور نظریات بالکل اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ یہ سماج کے لیے ضروری ہوتے ہیں، کیونکہ سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کے فوری فریضوں کو انجام دینا ان

کے تنظیمی، تحریکی اور چیزوں کو بدل دینے والے عمل کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔ سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کے نئے فریضوں سے نمودار ہو کر، نئے خیالات اور نظریات بزور اپنا راستہ بناتے ہیں، عوام کی ملکیت بن جاتے ہیں، سماج کی زوال پذیر قوتوں کے خلاف انہیں منظم کرتے اور تحریک دیتے ہیں، اور اس طرح ان قوتوں کو شکست دینے میں انہیں سہولت فراہم کرتے ہیں، جو سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔

سماجی خیالات، نظریات اور سیاسی ادارے، سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کے فوری فرائض کی بنیاد پر ظہور میں آکر، یعنی سماجی ہستی کے ارتقاء کے لیے ظہور میں آکر، خود سماجی ہستی پر، سماج کی مادی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کے فوری تقاضوں کی تکمیل کے ضروری حالات کو تخلیق کرتے ہوئے اس کی مزید ترقی کو ممکن بناتے ہیں۔

اس بارے میں مارکس کہتا ہے: "جونہی نظریہ عوام الناس کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو یہ خود ایک مادی قوت بن جاتا ہے۔" (مارکس اور اینگلز، جلد 1، ص406)۔

لہذا، سماج کی مادی زندگی کے حالات پر اثر انداز ہونے کے قابل بننے کے لیے، اور ان کی ترقی اور بہتری کی رفتار تیز کرنے کے لیے، مزدور طبقے کی پارٹی کو ایسے سماجی نظریے پر، ایسے سماجی خیال پر، انحصار کرنا چاہیے جو سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کی ضرورتوں کی درستگی سے عکاسی کرتا ہے، اور جو اسی وجہ سے عوام کو متحرک کرنے اور انہیں مزدوروں کی ایسی عظیم فوج میں منظم کرنے کے قابل ہوتا ہے جو رجعتی قوتوں کو پوش پاش کرنے کے لیے اور سماج کی ترقی یافتہ قوتوں کے لیے راستہ صاف کرنے کی خاطر تیار ہوتی ہے۔

منشویکوں اور "معیشت پرستوں (Economists)" کی شکست کی، دیگر باتوں کے علاوہ، ایک وجہ یہ حقیقت بھی تھی کہ انہوں نے ترقی یافتہ نظریے، ترقی یافتہ خیالات کے تنظیمی، تحریکی اور چیزوں کو بدل دینے والے کردار کو تسلیم نہیں کیا، اور بیہودہ مادیت (Vulgar Materialism) میں غرق ہوتے ہوئے، ان محرکات کے کردار کو بالکل ختم کر دیا، اور اس طرح پارٹی کو مجہول / جامد اور لاغر بنا دیا۔

مارکسزم - لینن ازم کی حیات آفرینی اور قوت اس حقیقت سے اخذ ہوتی ہے کہ یہ اس ترقی یافتہ نظریے پر انحصار کرتا ہے جو درستگی کے ساتھ سماج کی مادی زندگی کے ارتقاء کی ضرورتوں کی عکاسی کرتا ہے، کہ یہ نظریے کو اس کی درست سطح پر لے جاتا ہے، اور یہ کہ یہ اس نظریے کی تنظیمی، تحریکی اور چیزوں کو بدل دینے والی قوت کے ہر اونس (Ounce) کو استعمال کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

یہ ہے وہ جواب جو تاریخی مادیت سماجی ہستی اور سماجی شعور کے درمیان، مادی زندگی کے ارتقاء کے حالات اور سماج کی روحانی زندگی کے ارتقاء کے درمیان تعلق کے سوال کے بارے میں فراہم کرتی ہے۔

3۔ تاریخی مادیت (Historical Materialism)

اب اس سوال کی تشریح کرنا باقی ہے: تاریخی مادیت کے نکتہِ نظر سے، "سماج کی مادی زندگی کے حالات" کا کیا مطلب ہے، جو کہ آخری تجزیے میں سماج کی ہیئت / ڈھانچے (Physiognomy) کا، اس کے خیالات، نکتہِ نظر اور سیاسی اداروں وغیرہ کا تعین کرتے ہیں؟

"سماج کی مادی زندگی کے حالات" آخر کیا ہیں اور ان کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ "سماج کی مادی زندگی کے حالات" کے تصور میں سب سے پہلے فطرت شامل ہے جس نے سماج کو، جغرافیائی ماحول کو، اپنے دائرے میں لیا ہوا ہے، جو کہ سماج کی مادی زندگی کے مستقل اور ناگزیر حالات میں سے ایک ہے، اور جو، یقینا، سماجی ارتقاء پر اثرانداز ہوتا ہے۔ سماج کے ارتقاء میں جغرافیائی ماحول کیا کردار ادا کرتا ہے؟ کیا جغرافیائی ماحول وہ بنیادی قوت ہے جو سماج کی ہیئت کا، انسان کے سماجی نظام کے کردار کا، ایک نظام سے دوسرے نظام میں منتقلی کا، تعین کرتی ہے یا نہیں؟

تاریخی مادیت اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

جغرافیائی ماحول بے شک سماج کے ارتقاء کے مستقل اور ناگزیر حالات میں سے ایک ہے، اور یقینا، سماج کے ارتقاء پر اثرانداز ہوتا ہے، اس کی ترقی کو آگ بڑھاتا ہے یا معذور کرتا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کن اثر نہیں رکھتا، اس لحاظ سے کہ سماج کی تبدیلی اور ترقی جغرافیائی ماحول کی ترقی اور تبدیلی سے کہیں زیادہ تیزی سے ہوتی ہے۔ 3 ہزار سال کے عرصے میں تین مختلف سماجی نظاموں کو یورپ میں یکے بعد دیگرے عبور کیا گیا ہے: قدیم کمیونل نظام، غلام داری نظام اور جاگیر داری نظام (Feudalism–فیوڈل ازم)۔ یہاں تک کہ یورپ کے مشرقی حصے میں، سوویت یونین میں، چار سماجی نظام عبور کیے گئے ہیں۔ تاہم، اس عرصے کے دوران یورپ کے جغرافیائی حالات یا تو بالکل نہیں بدلے، یا اس قدر کم بدلے ہیں کہ جغرافیہ ان پر کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اور یہ بات بالکل فطری ہے۔ جغرافیائی ماحول میں کسی بھی طرح کی اہم تبدیلیوں کو دسیوں لاکھوں سال درکار ہوتے ہیں، جبکہ انسانی سماج کے نظام میں نہایت اہم تبدیلیوں کے لیے چند سو سال یا دو ہزار سال ہی کافی ہوتے ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جغرافیائی ماحول سماجی ترقی کی بنیادی وجہ، فیصلہ کن، وجہ نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ وہ چیز جو دسیوں ہزاروں سال میں بھی تقریبا غیر تبدیل شدہ رہتی ہے وہ اس چیز کے ارتقاء کی بنیادی وجہ نہیں ہو سکتی جو صرف چند سو سال کے عرصے میں ہی بنیادی تبدیلیوں سے گزرتی ہے۔

مزید یہ کہ، اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ "سماج کی مادی زندگی کے حالات" کے تصور میں آبادی کی نشوو نما، آبادی کی کمیت کا ایک یا دوسرا پیمانہ، بھی شامل ہے؛ کیونکہ لوگ سماج کی مادی زندگی کے حالات کا ایک بنیادی عنصر ہیں، اور لوگوں کی ایک کم از کم متعین تعداد کے بغیر سماج کی کوئی مادی زندگی نہیں ہو سکتی۔ کیا آبادی کی نشوو نما وہ بنیادی قوت ہے جو انسان کے سماجی نظام کے کردار کا تعین کرتی ہے، یا نہیں؟

تاریخی مادیت اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

یقیناً، آبادی کی نشوو نما سماج کی ترقی پر اثر کرتی ہے، سماج کے ارتقاء کو بڑھاتی یا اسے معذور کرتی ہے، لیکن یہ سماجی ارتقاء کی فیصلہ کن قوت نہیں ہو سکتی، اور سماجی ارتقاء پر اس کا اثر فیصلہ کن اثر نہیں ہو سکتا، کیونکہ ، بذاتِ خود، آبادی کی نشوو نما اس سوال کا کوئی سراغ فراہم نہیں کرتی کہ کسی سماجی نظام کو کوئی دوسرا، مخصوص، سماجی نظام ہی کیوں بدلتا ہے، اس سے مختلف نظام کیوں نہیں؛ قدیم کمیونل نظام کی جگہ غلام داری نظام نے ہی کیوں لی، اور غلام داری نظام کی جگہ جاگیر داری نظام، اور جاگیر داری نظام کی جگہ سرمایہ داری نظام نے ہی کیوں لی، کسی اور نظام نے کیوں نہیں۔

اگر آبادی کی نشوو نما سماجی ارتقاء کی فیصلہ کن قوت ہوتی تو آبادی میں اضافے کی اونچی سطح لازمی طور پر اس سے مطابقت رکھنے والے اعلیٰ تر سماجی نظام کو پیدا کرتی۔ لیکن معاملہ ہمیں اس طرح دکھائی نہیں دیتا۔ چین میں آبادی کی تعداد امریکہ سے چار گنا زیادہ ہے، لیکن پھر بھی امریکہ سماجی ترقی کے پیمانے پر چین سے زیادہ ترقی یافتہ ہے؛ کیونکہ چین میں نیم جاگیر دارانہ نظام اب بھی غالب ہے، جبکہ امریکہ عرصہ پہلے سرمایہ داری نظام کی اعلیٰ ترین سطح تک پہنچ چکا ہے۔ بیلجیم کی آبادی کی کمیت امریکہ سے 19 گنا زیادہ ہے اور سوویت یونین سے 26 گنا زیادہ۔ لیکن پھر بھی امریکہ سماجی ترقی کے پیمانے میں بیلجیم سے زیادہ ترقی یافتہ ہے؛ اور جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے تو بیلجیم اس سے پورے ایک تاریخی دور پیچھے

ہے، کیونکہ بیلجیم میں سرمایہ داری نظام کا غلبہ ہے، جبکہ سوویت یونین پہلے ہی سرمایہ داری سے جان چھڑا چکا ہے اور سوشلسٹ نظام قائم کر چکا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آبادی کی نشوونما سماجی ارتقاء کی بنیادی قوت نہیں ہے، یعنی ایسی قوت جو سماجی نظام کے کردار کا، سماج کی ہیئت کا، تعین کرتی ہو، اور نہ ہو سکتی ہے۔

3.1۔ بنیادی فیصلہ کن قوت کون سی ہے؟

تو پھر سماج کی مادی زندگی کے حالات کی پیچیدگی میں وہ کون سی قوت ہے جو سماجی ہیئت کا، سماجی نظام کی خاصیت کا، ایک سماجی نظام سے دوسرے سماجی نظام میں ترقی کا، تعین کرتی ہے؟

تاریخی مادیت کا دعویٰ ہے کہ یہ قوت انسانی وجود کے لیے ضروری ذرائع زندگی کے حصول کا طریقہ ہے، مادی قدروں (Material Values–مادی چیزیں)–خوراک، لباس، جوتے، گھر، ایندھن، پیداواری آلات، وغیرہ، کی پیداوار کا ذریعہ ہے، جو سماج کی زندگی اور ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔

زندہ رہنے کے لیے لوگوں کو خوراک، لباس، جوتے، چھت، ایندھن وغیرہ، لازمی طور پر چاہیے؛ ان مادی قدروں کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ لوگ ان کی پیداوار کریں؛ اوران کی پیداوار کرنے کے لیے، لوگوں کے لیے لازم ہے کہ ان کے پاس وہ آلاتِ پیداوار (Instruments/Tools of Production) ہوں جن کے ساتھ خوراک، لباس، جوتے، چھت، ایندھن وغیرہ، پیدا کیے جاتے ہیں، انہیں لازمی طور پر ان آلات کو تیار کرنے اور انہیں استعمال کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔

وہ آلاتِ پیداوار جن کے ساتھ مادی قدریں (چیزیں) پیدا کی جاتی ہیں، وہ لوگ جو آلاتِ پیداوار کو استعمال کرتے ہیں اور مادی اقدار کی پیداوار کو مخصوص تجربے اور محنت کے ہنر کے ذریعے جاری رکھتے ہیں۔ یہ تمام عناصر مشترکہ طور پر سماج کی پیداواری قوتوں (Forces of Production) کی تشکیل کرتے ہیں۔

لیکن پیداواری قوتیں پیداوار کا صرف ایک پہلو ہیں، پیداواری طریقے کا صرف ایک پہلو، ایک ایسا پہلو جو فطرت کی ان قوتوں اور چیزوں کے ساتھ انسان کے تعلق کا اظہار کرتا ہے جنہیں وہ مادی قدروں کی پیداوار کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پیداوار کا دوسرا پہلو، پیداواری طریقے (Mode of Production) کا دوسرا پہلو، انسان کے ایک دوسرے کے ساتھ پیداوار کے عمل میں پیدا ہونے والے رشتے (تعلقات) ہیں، یعنی انسان کے پیداواری رشتے (Relations of Production)۔ انسان فطرت کے خلاف جدوجہد جاری رکھتے ہیں اور مادی قدروں کی پیداوار کے لیے فطرت کو استعمال کرتے ہیں ایک دوسرے سے کٹ کر نہیں، الگ تھلگ افراد کے طور پر نہیں، بلکہ مشترکہ طور پر، گروہوں کی صورت میں، سماجی شکل میں۔ لہذا، پیداوار ہر وقت اور ہر قسم کے حالات میں سماجی پیداوار (Social Production) ہی ہے۔ مادی قدروں کی پیداوار میں انسان ایک دوسرے کے ساتھ کسی ایک یا دوسری قسم کے باہمی رشتوں میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ رشتے لوگوں کے درمیان باہمی امداد اور تعاون کے رشتے بھی ہوسکتے ہیں جو استحصال (ظلم و جبر) سے آزاد ہوں؛ یہ رشتے غلبے اور محکومی کے رشتے بھی ہوسکتے ہیں؛ اور، آخر میں، یہ پیداواری رشتوں کی ایک شکل سے دوسری شکل میں منتقل ہو جانے والے رشتے بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن پیداواری رشتوں کی خاصیت خواہ کچھ بھی ہو، تاہم ہر (پیداواری) نظام میں یہ پیداوار کے عنصر کی ویسی ہی لازمی حیثیت رکھتے ہیں جیسی کہ سماج کی پیداواری قوتوں کی ہوتی ہے۔

مارکس کہتا ہے: "پیداوار میں انسان صرف فطرت پر ہی اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے پر بھی ہوتے ہیں۔ وہ ایک خاص طریقے سے باہمی تعاون کے ذریعے پیداوار کرتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کا باہمی تبادلہ کرتے ہیں۔ پیداوار کی خاطر، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مخصوص روابط اور رشتوں میں داخل ہوتے ہیں اور صرف انہی سماجی روابط اور رشتوں کے اندر ہی فطرت پر ان کا اثر، پیداوار، واقع ہوتا ہے۔" (مارکس اور اینگلز، جلد 5، ص 429)۔

چنانچہ، پیداوار، طریقہِ پیداوار، سماج کی پیداواری قوتوں اور انسان کے پیداواری رشتوں کا، دونوں کا احاطہ کرتے ہیں، اوراسی لیے مادی قدروں کی پیداوار کے عمل میں ان کے اتحاد کی تجسیم (Embodiment) ہوتی ہے۔

3.2۔ پیداوار کی پہلی خاصیت

پیداوار کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ یہ طویل عرصے کے لیے ایک ہی نکتے پر نہیں رہتی اور ہمیشہ تبدیلی اور ترقی کی حالت میں رہتی ہے، اور مزید یہ کہ، پیداوار کے طریقے میں تبدیلیاں ناگزیر طور پر پورے سماجی نظام میں، سماجی خیالات میں، سیاسی نکتہ نظر میں اور سیاسی اداروں میں تبدیلیوں کا مطالبہ کرتی ہیں۔ وہ تمام سماجی اور سیاسی نظام کی تعمیرِ نو کا مطالبہ کرتی ہیں۔ ارتقاء کے مختلف مرحلوں پر لوگ مختلف پیداواری طریقوں کا استعمال کرتے ہیں، یا اسے زیادہ آسان زبان میں کہا جائے تو وہ مختلف طرز کی زندگی گزارتے ہیں۔ قدیم کمیون میں ایک پیداواری طریقہ ہے، غلام داری میں دوسرا پیداواری طریقہ ہے، جاگیرداری میں ایک تیسرا پیداواری طریقہ ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اور انہی کی مناسبت سے، انسانوں کا سماجی نظام، انسانوں کی روحانی زندگی، ان کے خیالات اور سیاسی ادارے بھی الگ ہیں۔

سماج کا پیداواری طریقہ جس طرح کا ہوتا ہے، اسی طرح بنیادی طور پر سماج ہوتا ہے، اس کے خیالات اور نظریات، اس کے سیاسی نکتۂِ نظر اور ادارے، اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

یا، مزید عام فہم انداز سے کہا جائے تو انسان کا طرزِ زندگی جیسا ہوتا ہے اس کا طرزِ فکر بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سماج کے ارتقاء کی تاریخ سب سے بڑھ کر پیداوار کی ترقی کی تاریخ ہے، ان پیداواری طریقوں کی تاریخ جو صدیوں کے سفر میں ایک دوسرے سے آگے نکل جاتے ہیں، یعنی پیداواری قوتوں اور انسان کے پیداواری رشتوں کے ارتقاء کی تاریخ۔

لہذا، سماجی ارتقاء کی تاریخ بیک وقت خود مادی قدروں کی پیداوار کرنے والوں کی تاریخ بھی ہے، محنت کش عوام کی تاریخ، جو پیداوار کے عمل میں بنیادی قوت ہیں اور جو مادی قدروں کی پیداوار کو جاری رکھتے ہیں جو سماج کے وجود کے لیے لازمی ہیں۔

لہذا، اگر تاریخ کی سائنس کو حقیقی سائنس بننا ہے تو پھر یہ سماجی ارتقاء کی تاریخ کو بادشاہوں اور جرنیلوں کے اعمال تک، "فاتح" اور "مفتوح" ریاستوں کے اعمال تک نہیں گھٹا سکتی، بلکہ اسے سب سے بڑھ کر خود کو مادی قدروں کی پیداوار کرنے والوں کی تاریخ کے لیے، محنت کش عوام کی تاریخ کے لیے، عوام کی تاریخ کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔

لہذا، سماج کے ارتقاء کے قوانین کے مطالعے کے سراغ کو ہرگز انسان کے ذہنوں میں، سماج کے بارے میں خیالات اور نکتہ نظر میں نہیں، بلکہ اس پیداواری طریقے میں تلاش کرنا چاہیے جو کسی مخصوص تاریخی دور میں سماج میں عمل پذیر ہے؛ اسے لازمی طور پر سماج کی معاشی زندگی میں تلاش کرنا چاہیے۔

لہذا، تاریخ کی سائنس کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ پیداوار کے قوانین کو، پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے قوانین کو، سماج کی معاشی ترقی کے قوانین کو، آشکار کرے اور ان کا مطالعہ کرے۔

لہذا، اگر مزدوروں کی پارٹی کو حقیقی پارٹی بننا ہے تو اسے سب سے بڑھ کر پیداوار کے ارتقاء کے قوانین کا، سماج کے معاشی ارتقاء کے قوانین کا، علم حاصل کرنا چاہیے۔

لہذا، اگر وہ پالیسی میں غلطی نہیں کرنا چاہتی، تو مزدوروں کی پارٹی کو لازمی طور پر اپنا پروگرام مرتب (ڈرافٹ) کرنے میں اور اپنی عملی سرگرمیوں میں اولین طور پر پیداوار کے ارتقاء کے قوانین سے، سماج کے معاشی ارتقاء کے قوانین سے، آغاز کرنا چاہیے۔

3.3۔ پیداوار کی دوسری خاصیت

پیداوار کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی تبدیلیوں اور ترقی کا آغاز ہمیشہ پیداواری قوتوں کی تبدیلیوں اور ترقی سے ہوتا ہے، اور سب سے پہلے، آلاتِ پیداوار میں تبدیلیوں اور ترقی سے ہوتا ہے۔ اس لیے پیداواری قوتیں پیداوار کا سب سے زیادہ متحرک اور انقلابی عنصر ہوتی ہیں۔ پہلے سماج کی پیداواری قوتیں تبدیل ہوتی اور ترقی کرتی ہیں، اور پھر، ان تبدیلیوں پر انحصار کرتے ہوئے اور ان کی مطابقت میں، انسانوں کے

پیداواری رشتے، ان کے معاشی تعلقات، تبدیل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کی ترقی پر اثرانداز نہیں ہوتے اور یہ کہ ان کا دارومدار پیداواری قوتوں پر نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان کی ترقی کا دارومدار پیداواری قوتوں کی ترقی پر ہے، لیکن پیداواری رشتے اپنی باری میں پیداواری قوتوں کی ترقی پر ردعمل دکھاتے ہیں، اسے تیز یا معذور کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں، یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ پیداواری رشتے طویل عرصے کے لیے پیداواری قوتوں سے پچھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ تضاد کی حالت میں نہیں رہ سکتے، اسی طرح جس طرح پیداواری قوتیں مکمل طور پر تبھی ترقی پا سکتی ہیں جب پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کی خاصیت سے، ان کی حالت سے، مطابقت رکھتے ہوں، اور ان کی ترقی کے لیے پورا موقع فراہم کریں۔ لہذا، پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کی ترقی سے کتنے ہی پیچھے کیوں نہ ہوں، جلد یا بدیر، انہیں لازمی طور پر پیداواری قوتوں کی ترقی کی سطح کے ساتھ مطابقت میں آنا چاہیے، اور دراصل وہ اس سطح سے مطابقت میں آ بھی جاتے ہیں۔ بصورتِ دیگر، ہم سے پیداواری نظام کے اندر پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے اتحاد کے اصول کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہو گا، تمام پیداوار میں خلل ہو گا، پیداوار کا بحران ہو گا اور پیداواری قوتوں کی تباہی ہو گی۔

پیداواری رشتوں کی خاصیت کی پیداواری قوتوں سے مطابقت نہ ہونے کی، ان کے ساتھ تنازعے میں ہونے کی، ایک مثال سرمایہ دار ملکوں میں معاشی بحران ہیں، جہاں ذرائع پیداوار کی نجی سرمایہ دارانہ ملکیت پیداوار کے عمل کی سماجی خاصیت کے ساتھ، پیداواری قوتوں کی خاصیت کے ساتھ، واضح عدم مطابقت میں ہے۔ مزید یہ کہ، یہ عدم مطابقت خود سماجی انقلاب کی معاشی بنیاد تشکیل دیتی ہے، جس کا مقصد موجودہ پیداواری رشتوں کو تباہ کر دینا اور ان کی جگہ ایسے نئے پیداواری رشتے تخلیق کرنا ہے جو پیداواری قوتوں کی خاصیت سے مطابقت رکھتے ہوں۔

اس کے برعکس، پیداواری رشتوں کی پیداواری قوتوں کی خاصیت کے ساتھ مکمل مطابقت کی ایک مثال سوویت یونین کی قومی سوشلسٹ معیشت ہے، جہاں ذرائع پیداوار کی سماجی ملکیت پیداوار کے عمل کی سماجی خاصیت سے مکمل مطابقت رکھتی ہے، اور جہاں، اس وجہ سے، معاشی بحران اور پیداواری قوتوں کی تباہی انجانی چیزیں ہیں۔

لہذا، پیداواری قوتیں نہ صرف پیداوار میں سب سے زیادہ متحرک اور انقلابی عنصر ہیں، بلکہ وہ پیداوار کی ترقی میں بھی فیصلہ کن عنصر ہیں۔

پیداواری قوتیں جس طرح کی ہوں پیداواری رشتے بھی لازمی طور پر اسی طرح کے ہونے چاہیئں۔

پیداواری قوتوں کی حالت اس سوال کا جواب فراہم کرتی ہے۔کن پیداواری آلات کے ساتھ انسان اپنی ضرورت کی مادی قدریں (استعمال کی چیزیں) پیدا کرتے ہیں؟ - جبکہ، پیداواری رشتوں کی حالت اس سوال کا جواب فراہم کرتی ہے – ذرائع پیداوار (زمین، جنگلات، آبی ذخائر، معدنی وسائل، خام مال، ذرائع نقل وحمل، وغیرہ) کس کی ملکیت ہیں، کون ذرائع پیداوار کو کنٹرول کرتا ہے، پورا سماج، یا انفرادی لوگ، گروہ، یا طبقے، جو انہیں دوسرے لوگوں، گروہوں یا طبقوں کے استحصال کے لیے استعمال کرتے ہیں؟

قدیم زمانے سے ہمارے دور تک پیداواری قوتوں کی ترقی کا ایک خاکہ یہ ہے۔کچے پتھریلے اوزاروں سے تیر اور کمان میں منتقلی، اور اس کے ساتھ شکاریوں کی زندگی سے جانوروں کی گلہ بانی اور قدیم چرائی (Pasturage) میں منتقلی؛ پتھریلے اوزاروں سے دھاتی اوزاروں میں (لوہے کی کلہاڑی، لوہے کے

پھالے (Coulter) میں لگا ہوا لکڑی کا ہل، وغیرہ)، اور اس کے ساتھ کھیتی باڑی اور زراعت میں منتقلی؛ دھاتوں پر کام کرنے کے لیے دھاتی اوزاروں میں مزید بہتری، لوہار کی دھونکنی (Bellows) کا استعمال، برتن سازی کا سامنے آنا، اوراس کے ساتھ دستکاری کی ترقی، دستکاری اور زراعت میں علیحدگی، دستکاری کی خود مختار صنعت اور، نتیجے میں، مینوفیکچرنگ کی ترقی؛ دستکاری کے اوزاروں سے مشینوں میں منتقلی اور دستکاری اور مینوفیکچرنگ کی مشینی صنعت میں منتقلی؛ مشینی نظام میں منتقلی اور جدید بڑے پیمانے کی مشینی صنعت کا آغاز – یہ ہے انسان کی تاریخ کے سفر میں سماج کی پیداواری قوتوں کی ترقی کا ایک عمومی اور غیر مکمل خاکہ۔ یہ بات صاف ہو گئی ہو گی کہ آلاتِ پیداوار کی ترقی اور بہتری کو ان لوگوں نے انجام دیا جن کا تعلق پیداوار سے تھا، انسانوں سے آزاد نہیں؛ اور، اسی لیے، آلاتِ پیداوار میں تبدیلی اور ترقی اپنے ساتھ انسان کی، پیداواری قوتوں کے سب سے اہم عنصر کی، تبدیلی اور ترقی بھی لائی، ان کے پیداواری تجربے میں، ان کی محنت کے ہنر میں، پیداواری آلات کو استعمال کرنے کی ان کی صلاحیت میں، تبدیلی اور ترقی کے ذریعے۔

تاریخ کے سفر میں سماج کی پیداواری قوتوں کی ترقی اور تبدیلی کی مطابقت میں، انسان کے پیداواری رشتے، ان کے معاشی رشتے، بھی تبدیلی اور ترقی سے گزرے۔

پیداواری رشتوں کی اہم قسمیں:

تاریخ میں پیداواری رشتوں کی پانچ اہم قسمیں معلوم ہیں: قدیم کمیونل، غلام داری، جاگیرداری، سرمایہ داری اور سوشلسٹ۔

قدیم کمیونل نظام کے تحت پیداواری رشتوں کی بنیاد یہ ہے کہ ذرائع پیداوار سماجی ملکیت ہیں۔ یہی چیز بنیادی طور پر اس دور میں پیداواری قوتوں کی خاصیت سے مطابقت رکھتی ہے۔ پتھریلے اوزار، اور بعد میں، تیر اور کمان، اس بات کے امکان کو خارج کرتے ہیں کہ انسان انفرادی طور پر فطرت کی قوتوں کا اور شکاری جانوروں کا مقابلہ کرے۔ جنگلوں سے پھل چننے کے لیے، مچھلی پکڑنے کے لیے، کسی قسم کی رہنے کی جگہ بنانے کے لیے، انسان مشترکہ طور پر کام کرنے پر مجبور تھے اگر وہ بھوک سے مرنا یا شکاری درندوں اور پڑوسی سماجوں کا شکار ہو جانا نہیں چاہتے تھے۔ مل جل کر محنت کرنا ذرائع پیداوار اور پیداوار کے پھل کی مشترکہ ملکیت کی جانب لے گیا۔ یہاں ذرائع پیداوار کی مشترکہ ملکیت کا تصور ابھی موجود نہیں تھا، سوائے بعض مخصوص آلاتِ پیداوار کی شخصی ملکیت کے، جو کہ اس دوران شکاری جانوروں کے خلاف دفاع کا ذریعہ بھی تھے۔ یہاں کوئی استحصال تھا اور نہ کوئی طبقے۔

غلام داری سماج میں پیداواری رشتوں کی بنیاد یہ تھی کہ غلاموں کا مالک ذرائع پیداوار کا مالک تھا اور وہ پیداوار میں مزدوروں کا مالک بھی تھا- یعنی غلام کا، جسے وہ خرید، بیچ، یا قتل کر سکتا تھا گویا غلام کوئی جانور ہو۔ ایسے پیداواری رشتے بنیادی طور پر اس دور کی پیداواری قوتوں کی حالت سے مطابقت رکھتے تھے۔ پتھریلے اوزاروں کے بجائے، اب انسانوں کے پاس دھاتی اوزار تھے؛ شکاریوں کی قدیم اور بدحال گلہ بانی کے بجائے، جو کھیتی باڑی یا زراعت نہیں جانتے تھے، اب چراگاہوں کی کھیتی باڑی، دستکاری، اور پیداوار کی ان شاخوں کے درمیان محنت کی تقسیم وجود میں آئی۔ افراد اور سماجوں کے درمیان پیداواری کے تبادلے کا امکان، چند لوگوں کے ہاتھوں میں دولت کا جمع ہو جانا، اقلیت کے ہاتھوں میں ذرائع پیداوار کا حقیقی اجماع، ابھر آیا اور اس کے ساتھ اقلیت کے ہاتھوں اکثریت کی محکومی کا، اور اکثریت کے غلاموں میں بدل جانے کا امکان بھی۔ یہاں ہمیں پیداوار کے عمل میں سماج کے تمام اراکین کی آزاد اور مشترکہ محنت مزید دکھائی نہیں دیتی- یہاں غلاموں کی جبری محنت کا غلبہ ہے، جن کا استحصال محنت

نہ کرنے والے، غلاموں کے مالک کرتے ہیں۔ لہذا، یہاں ذرائع پیداوار کی یا پیداوار کے پھل کی کسی قسم کی اجتماعی ملکیت نہیں ہے۔ اس کی جگہ نجی ملکیت لے لیتی ہے۔ یہاں غلاموں کا مالک اصطلاح کے مکمل معنی میں نجی ملکیت کے بنیادی اور اولین مالک کے طور پر سامنے آتا ہے۔

امیر اور غریب، ظالم اور مظلوم، مکمل حقوق رکھنے والے لوگ اور حقوق سے مکمل عاری لوگ، اور ان کے درمیان آزاد طبقاتی جدوجہد—یہ ہے غلام داری نظام کا خاکہ۔

جاگیر داری سماج میں پیداواری رشتوں کی بنیاد یہ ہے کہ جاگیر دار ذرائع پیداوار کا مالک ہے اور پیداوار میں مزدور کی مکمل ملکیت نہیں رکھتا—کسان، جسے جاگیر دار اب مزید قتل نہیں کر سکتا، لیکن جسے بیچ یا خرید سکتا ہے۔ جاگیر دارنہ ملکیت کے پہلو میں کسان اور دستکار کی اپنے پیداواری آلات اور ذاتی محنت پر مبنی نجی کاروبار کی انفرادی ملکیت بھی موجود ہے۔ ایسے پیداواری رشتے بنیادی طور پر اس دور کی پیداواری قوتوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ لوہے کو پگھلانے اور کام میں لانے میں مزید بہتری؛ لوہے کے ہل اور لوم (Loom) کا فروغ؛ زراعت، باغبانی، شراب سازی اور ڈیری فارمنگ کی مزید ترقی؛ دستکاری کے ورکشاپوں کے پہلو بہ پہلو مینوفیکچرنگ کارخانوں کا نمودار ہونا—یہ ہیں پیداواری قوتوں کی حالت کی نمایاں خصوصیات۔

نئی پیداواری قوتیں تقاضا کرتی ہیں کہ مزدور پیداوار میں کسی طرح کی کوئی پیش رفت اور کام کے لیے رغبت اور دلچسپی دکھائے۔ لہذا جاگیر دار غلام کو برطرف کر دیتا ہے، جس کے پاس مزدور کی حیثیت سے کام کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں اور کسی قسم کی پیش رفت سے قاصر ہے، اور اس کے بجائے کسان سے معاملہ طے کرنے کو ترجیح دیتا ہے، جس کے پاس اپنی گلہ بانی ہے، پیداواری آلات ہیں، اور کام میں ایک

طرح کی دلچسپی ہے جو زمین کی کھیتی باڑی کے لیے اور جاگیر دار کو اپنی فصل کے ایک حصے کو جنس کی صورت میں ادائیگی کے طور پر دینے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں نجی ملکیت مزید ترقی کرتی ہے۔ استحصال کم و بیش اتنا ہی شدید ہے جتنا غلام داری نظام کے تحت تھا۔ بس یہ معمولی حد تک کم ہے۔ ظالموں اور مظلوموں کے درمیان طبقاتی جدوجہد جاگیر دارانہ نظام کی بنیادی خاصیت ہے۔

سرمایہ داری نظام کے تحت پیداواری رشتوں کی بنیاد یہ ہے کہ سرمایہ دار ذرائع پیداوار کا ملک ہے، لیکن پیداوار میں مزدور کا مالک نہیں ہے - اجرتی مزدور، جسے سرمایہ دار نہ قتل کر سکتا ہے اور نہ بیچ سکتا ہے، کیونکہ وہ شخصی طور پر آزاد ہیں، لیکن جو ذرائع پیداوار سے محروم ہیں اور اس لیے کہ وہ بھوکے نہ مر جائیں، وہ سرمایہ دار کو اپنی قوتِ محنت بیچنے پر اور ظلم کی لعنت کو سہنے پر مجبور ہیں۔ ذرائع پیداوار میں سرمایہ دارانہ ملکیت کے ساتھ، ہم پہلے پہل ذرائع پیداوار میں کسانوں اور دستکاروں کی نجی ملکیت کو وسیع پیمانے پر پاتے ہیں، یہ کسان اور دستکار اب مزید زرعی غلام نہیں رہے ہیں، اور ان کی نجی ملکیت ذاتی محنت پر مبنی ہے۔ دستکاری کے ورکشاپوں اور مینوفیکچرنگ کارخانوں کی جگہ بڑی بڑی ملیں اور فیکٹریاں ابھر آتی ہیں جو مشینوں سے لیس ہیں۔ کسانوں کے پسماندہ پیداواری آلات سے کاشت کی جانے والی زرعی جاگیروں کی جگہ اب وسیع و عریض سرمایہ دارانہ کھیت (Farms) نمودار ہوتے ہیں جنہیں سائنسی خطوط پر چلایا جاتا ہے اور زرعی مشینری مہیا کی جاتی ہے۔

نئی پیداواری قوتیں تقاضا کرتی ہیں کہ پیداوار میں مزدور، مفلس اور ناخواندہ کسان غلام سے زیادہ تعلیم یافتہ اور ذہین ہوں، کہ وہ مشینری کو سمجھنے اور اسے درستگی سے چلانے کے قابل ہوں۔ لہذا، سرمایہ داران

مزدوروں سے معاملہ طے کرتا ہے جو زرعی غلامی سے آزاد ہیں اور اتنے تعلیم یافتہ ہیں کہ مشینری کو ٹھیک طرح سے چلا سکیں۔

لیکن پیداواری قوتوں کو زبردست سطح تک ترقی دے کر، کیپٹلزم ایسے تضادوں میں پھنس کر رہ گیا ہے جنھیں یہ حل کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اجناس (استعمال کی چیزوں) کی بڑی سے بڑی مقداریں پیدا کر کے، اور ان کی قیمتیں گھٹا کر، کیپٹلزم مسابقت / مقابلے بازی (Competition) کو شدید کرتا ہے، چھوٹے اور درمیانے نجی مالکان کی بڑی تعداد کو تباہ کر دیتا ہے، انہیں مزدوروں میں بدل دیتا ہے اور ان کی قوتِ خرید کم کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تیار کی گئی اجناس کو کھپانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب، پیداوار کو وسیع کر کے اور بڑی بڑی ملوں اور فیکٹریوں میں دسیوں لاکھوں مزدوروں کو جمع کر کے، کیپٹلزم پیداوار کے عمل کو سماجی کردار عطا کرتا ہے، اور اس طرح اسی قدر اپنی جڑیں کھودتا ہے جس قدر سماجی پیداوار کا عمل ذرائع پیداوار کی سماجی ملکیت کا تقاضا کرتا ہے؛ لیکن ذرائع پیداوار ہنوز سرمایہ داروں کی نجی ملکیت میں ہی رہتے ہیں اور یہ چیز پیداوار کی سماجی نوعیت سے مطابقت نہیں رکھتی۔

پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کی نوعیت کے درمیان یہ ناقابلِ حل تضادات فاضل پیداوار کے مستقل بحرانوں میں اپنا وجود محسوس کرواتے ہیں، جب سرمایہ دار عوام الناس کی تباہی کی وجہ سے، جس کے ذمہ دار وہ (سرمایہ دار) خود ہیں، اپنے مال کی فروخت کے لیے (مارکیٹ میں) مؤثر طلب موجود نہیں پاتے، اور مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنی اجناس جلا دیں، ضائع کر دیں، پیداوار روک دیں، اور اس طرح ایک ایسے وقت میں پیداواری قوتوں کو تباہ و برباد کریں جب دسیوں لاکھوں لوگ بھوک اور بیروزگاری

کے عذاب میں مبتلاہیں، اس لیے نہیں کہ ان کی ضرورت کی چیزوں کی قلت ہے، بلکہ اس لیے کہ اجناس کی فاضل پیداوار ہوئی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ پیداواری رشتے سماج کی پیداواری قوتوں کی حالت سے مطابقت کھو چکے ہیں اور ان کے ساتھ ناقابلِ حل تضاد میں آ گئے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ کیپٹلزم انقلاب سے حاملہ ہے، انقلاب، جس کا مشن یہ ہے کہ ذرائع پیداوار کی موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت کو سماجی ملکیت سے بدل دے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کیپٹلزم کی بنیادی خاصیت ظالموں اور مظلوموں کے درمیان شدید ترین طبقاتی جدوجہد ہے۔

سوشلسٹ نظام کے تحت پیداواری رشتوں کی بنیاد، جسے اب تک صرف سوویت یونین میں قائم کیا گیا ہے، وہ ذرائع پیداوار کی سماجی ملکیت ہے۔ یہاں ظالم اور مظلوم مزید موجود نہیں ہیں۔ تیار کی گئی چیزیں صرف کی گئی محنت کی مناسبت سے اس اصول کے تحت تقسیم کی جاتی ہیں: "جو کام نہیں کرتا وہ کھائے گا بھی نہیں"۔ یہاں پیداوار کے عمل میں لوگوں کے باہمی تعلقات دوستانہ باہمی تعاون اور مزدوروں کی باہمی امداد پر مشتمل ہیں جو استحصال سے آزاد ہیں۔ یہاں پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کی حالت کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتے ہیں؛ کیونکہ، پیداوار کے عمل کا سماجی کردار ذرائع پیداوار کی سماجی ملکیت سے تقویت پاتا ہے۔

چنانچہ، سوویت یونین میں سوشلسٹ پیداوار اضافی پیداوار کے کسی وقتی بحران کو اور ان کے نتیجے میں ہونے والی بیوقوفیوں کو، نہیں جانتی۔

اسی وجہ سے، یہاں پیداواری قوتیں تیز رفتاری سے ترقی کرتی ہیں؛ کیونکہ، ان سے تعلق رکھنے والے پیداواری رشتے اس ترقی کا پورا موقع فراہم کرتے ہیں۔

یہ ہے انسانی تاریخ کے سفر میں انسان کے پیداواری رشتوں کی ترقی کی تصویر۔

یہ ہے پیداواری رشتوں کی ترقی کا سماج کی پیداواری قوتوں کی ترقی پر انحصار، اور اولین طور پر، پیداواری آلات پر انحصار، ایک ایسا انحصار جس کی بدولت پیداواری قوتوں میں تبدیلیاں اور ترقی، جلد یا بدیر، پیداواری رشتوں میں ان سے مطابقت رکھنے والی تبدیلیوں اور ترقی کی جانب لے جاتی ہیں۔

مارکس کہتا ہے: "محنت کے آلات کا استعمال اور تیاری، جو اگرچہ جانوروں کی مختلف قسموں(Species -انواع) کے جرثومے میں پایا جاتا ہے، انسانی محنت کے عمل کی نمایاں خاصیت ہے، اور اسی وجہ سے فرانکلن (Franklin) انسان کی تعریف اوزار بنانے والے جانور کے طور پر کرتا ہے۔ پرانے زمانے کے متروکہ آلاتِ محنت کی نشانیاں سماج کی معدوم ہو جانے والی اقتصادی شکلوں کی تحقیق کے لیے ویسی ہی اہمیت رکھتی ہیں جیسی کہ پرانی ہڈیاں جانوروں کی معدوم ہو جانے والی قسموں کے تعین کے لیے رکھتی ہیں۔ بنائی گئی چیزیں نہیں، بلکہ یہ جاننا کہ انہیں کیسے بنایا جاتا ہے، ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم مختلف اقتصادی ادوار میں فرق کر سکیں۔ آلاتِ محنت نہ صرف ترقی کی اس سطح کے لیے معیار فراہم کرتے ہیں

جہاں تک انسانی محنت پہنچی ہے بلکہ یہ ان سماجی حالات کا اشاریہ (Indicator) بھی ہوتے ہیں جن کے تحت یہ محنت کی گئی۔(مارکس، سرمایہ، جلد1، 1935ء، ص121)۔

اور مزید یہ کہ "پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کے ساتھ بہت قریب سے جڑے ہوئے ہیں۔ نئ پیداواری قوتوں کو اختیار کرنے میں انسان اپنا پیداواری طریقہ بدلتے ہیں؛ اور اپنے پیداواری طریقے کو بدلنے میں، اپنے ذریعہِ معاش کو بدلنے میں، وہ اپنے تمام سماجی رشتے بدل دیتے ہیں؛ دستی چکی (Hand Mill) آپ کو جاگیردار آقا والا سماج دیتی ہے؛ بھاپ کی چکی (Steam Mill) آپ کو صنعتی سرمایہ دار والا سماج دیتی ہے۔"(مارکس اور اینگلز، جلد5، ص564)۔

"پیداواری قوتوں میں نشوونما کی، سماجی رشتوں میں تباہی کی، خیالات میں تشکیل کی، ایک مستقل حرکت ہے؛ نہ بدلنے والی واحد چیز حرکت کی تجرید (Abstraction) ہے۔"(ایضا، ص364)۔

کمیونسٹ مینی فیسٹو میں تشکیل دی گئی تاریخی مادیت کی بات کرتے ہوئے اینگلز کہتا ہے:

"معاشی پیداوار اور ہر تاریخی عہد کے سماج کا اس سے پیدا ہونے والا ڈھانچہ اس عہد کی دانشورانہ اور سیاسی تاریخ کی بنیاد تشکیل دیتا ہے؛۔۔۔اس لیے (زمین کی قدیم مشترکہ ملکیت کے انتشار کے بعد ہمیشہ سے) تمام تاریخ، سماجی ارتقاء کے مختلف مرحلوں پر، طبقاتی جدوجہد کی، ظالم اور مظلوم کے درمیان جدوجہد کی، غالب اور مغلوب طبقوں کے درمیان جدوجہد کی تاریخ رہی ہے؛... یہ جدوجہد، لیکن، اب ایک ایسے مرحلے پر پہنچ گئی ہے جہاں مظلوم اور مجبور طبقہ (مزدور طبقہ) پورے سماج کو ظلم و جبر سے اور

طبقاتی جدوجہدوں سے آزاد کروائے بغیر خود کو اس طبقے سے (سرمایہ دار طبقے سے) آزاد نہیں کروا سکتا، جو اس پر ظلم و جبر کرتا ہے۔" (اینگلز، کمیونسٹ مینی فیسٹو کے جرمن ایڈیشن کا پیش لفظ)۔

4۔ پیداوار کی تیسری خاصیت

پیداوار کی تیسری خاصیت یہ ہے کہ نئی پیداواری قوتوں اور ان سے مطابقت رکھنے والے پیداواری رشتوں کا ظہور پرانے سماجی نظام سے الگ تھلگ، پرانے نظام کے ختم ہو جانے کے بعد، نہیں ہوتا، بلکہ پرانے نظام کے اندر رہتے ہوئے ہی ہوتا ہے؛ یہ انسان کی شعوری اور دانستہ (Deliberate) سرگرمی کے نتیجے میں نہیں ہوتا، بلکہ خودرو، بے شعور، اور انسان کی مرضی سے آزاد ہوتا ہے۔ یہ دو وجوہات کی بناء پر خودرو اور انسانی ارادے سے آزاد ہوتا ہے۔

اول، اس وجہ سے کہ انسان اپنی مرضی سے کوئی ایک یا دوسرا پیداواری نظام منتخب کرنے میں آزاد نہیں ہیں کیونکہ جب کوئی نئی نسل زندگی میں داخل ہوتی ہے تو یہ ان پیداواری رشتوں اور پیداواری قوتوں کو پہلے سے موجود پاتی ہے جو گزری ہوئی نسلوں کے کام کا نتیجہ ہیں، جس کی وجہ سے یہ پہلے پہل ان تمام چیزوں کو قبول کرنے اور خود کو ان میں ڈھالنے پر مجبور ہوتی ہے جو پیداوار کے حلقے میں پہلے سے تیار شدہ صورت میں موجود ہوتے ہیں تاکہ مادی قدریں (چیزیں) تیار کی جا سکیں۔

دوسرے، اس وجہ سے کہ کسی ایک یا دوسرے پیداواری آلے کو، پیداواری قوت کے کسی ایک یا دوسرے عنصر کو، بہتر بناتے ہوئے لوگ اس بات کا ادراک نہیں کرتے، اسے نہیں سمجھتے یا رک کر اس پر غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کی بہتری کن سماجی نتائج تک لے جائے گی، بلکہ صرف اپنے روزمرہ کے

مفادات کے بارے میں سوچتے ہیں، اپنی محنت کو ہلکا کرنے کے بارے میں یا اپنے لیے کوئی ٹھوس یا براہِ راست فائدہ حاصل کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں۔

جب آہستہ آہستہ اور ٹٹولتے ہوئے، قدیم کمیونل سماج کے لوگ پتھر کے اوزار استعمال کرنے سے گزر کر لوہے کے اوزاروں کے استعمال تک پہنچے تو وہ یقیناً یہ نہیں جانتے تھے اور انہوں نے رک کر اس پر کبھی غور نہیں کیا تھا کہ یہ جدت کن سماجی نتائج کی جانب لے جائے گی؛ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے اور اس بات کا ادراک نہیں رکھتے تھے کہ دھاتی اوزاروں میں منتقلی کا مطلب پیداوار میں انقلاب تھا، کہ بالآخر یہ چیز غلام داری سماج کی جانب لے جائے گی۔ وہ بس اپنی محنت کو ہلکا کرنا اور ایک فوری اور ٹھوس فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے؛ ان کی شعوری سرگرمی روزمرہ کے ذاتی مفاد کی تنگ حدود میں قید تھی۔

جاگیرداری نظام کے دور میں، جب یورپ کے نوجوان سرمایہ دار، گلڈ (Guild) کے نظام کے پہلو بہ پہلو، بڑے پیمانے کے مینو فیکچرنگ کارخانے لگانا شروع ہوئے، اور اس طرح انہوں نے پیداواری قوتوں کو ترقی دی، تب وہ،، یقیناً، یہ نہیں جانتے تھے اور انہوں نے رک کر اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ یہ جدت کن سماجی نتائج کی جانب لے جائے گی؛ انہوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور اس کا ادراک نہیں کیا کہ یہ "چھوٹی" جدت سماجی قوتوں کی ایسی نئی گروہ بندی کی جانب لے جائے گی جس کا خاتمہ انقلاب میں ہو گا، بادشاہوں کی طاقت کے خلاف بھی، جن کی عنایات کو یہ بہت قدر و قیمت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور نوابواں / جاگیرداروں کے خلاف بھی، جن کی صفوں میں شامل ہونے کی ان کے سب سے نمایاں افراد بڑی تمنا رکھتے تھے۔ وہ صرف چیزوں کی پیداوار کی لاگت کم کرنا چاہتے تھے، ایشیاء اور حال ہی میں دریافت شدہ امریکہ کی مارکیٹوں میں اشیاء کی بڑی مقدار پھینکنا چاہتے تھے، اور اس طرح اچھا خاصا منافع کمانا چاہتے تھے۔ ان کی شعوری سرگرمی اس عام عملی مقصد کی تنگ حدود میں قید تھی۔

جب روس کے سرمایہ داروں نے، غیر ملکی سرمایہ داروں کی ملی بھگت سے، بڑی توانائی کے ساتھ روس میں بڑے پیمانے کی جدید مشینی صنعت لگائی، اور اس دوران زارشاہی کو قائم و دائم چھوڑ دیا اور کسانوں کو زمینداروں کی نازک رحمدلی کے حوالے کر دیا، تب وہ، یقینا، یہ نہیں جانتے تھے اور انہوں نے رک کر اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ پیداواری قوتوں کی اس وسیع نشوونما کے سماجی نتائج کس طرف لے جائیں گے؛ انہوں نے اس بات کا ادراک نہیں کیا اور اسے نہیں سمجھا کہ سماج کی پیداواری قوتوں کے میدان میں یہ بڑی چھلانگ سماجی قوتوں کی ایسی نئی گروہ بندی کی جانب لے جائے گی جو مزدوروں کو کسانوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کے اور سوشلسٹ انقلاب برپا کرنے کے قابل بنائے گی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ صنعتی پیداوار کو اس کی حد تک لے جائیں، وسیع گھریلو مارکیٹ پر کنٹرول حاصل کر لیں، اجارہ دار بن جائیں اور قومی معیشت سے جس قدر زیادہ منافع نچوڑنا ممکن ہو وہ نچوڑ لیں۔

ان کی شعوری سرگرمی ان کے عام، خالصتاً عملی مفادات سے آگے نہیں بڑھی۔

چنانچہ، مارکس کہتا ہے: "اپنی زندگی کی سماجی پیداوار میں (یعنی، انسان کی زندگی کے لیے ضروری مادی قدروں (چیزوں) کی پیداوار میں - اسٹالن) انسان ایسے واضح رشتوں میں داخل ہوتے ہیں جو ان کی مرضی سے آزاد اور ناگزیر ہوتے ہیں، یعنی پیداواری رشتوں میں، جو ان کی مادی پیداواری قوتوں کے ارتقاء کے واضح مرحلے سے مطابقت رکھتے ہیں۔" (مارکس، منتخبات، جلد 1، ص 269)۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پیداواری رشتوں میں تبدیلیاں، اور پرانے پیداواری رشتوں سے نئے پیداواری رشتوں میں منتقلی، ہموار انداز سے، تنازعات کے بغیر، اتھل پتھل کے بغیر ہوتی ہے۔ اس

کے برعکس اس قسم کی منتقلی انقلاب کے ذریعے پرانے پیداواری رشتوں کا تختہ الٹ دینے اور ان کی جگہ نئے پیداواری رشتے قائم کر کے ہوتی ہے۔ ایک مخصوص دورانیے تک، پیداواری قوتوں کی ترقی اور پیداواری رشتوں کے حلقے میں تبدیلیاں خود رو انداز سے (Spontaneously)، انسان کی منشا سے آزاد جاری رہتی ہیں۔ لیکن ایسا صرف ایک مخصوص وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ نئی اور ترقی کرنے والی پیداواری قوتیں بلوغت کی ایک مناسب سطح تک نہیں پہنچ جاتیں۔ جب نئی پیداواری قوتیں بالغ ہو جاتی ہیں تو موجودہ پیداواری رشتے اور انہیں قائم رکھنے والے -یعنی حکمران طبقے - ایسی "ناقابلِ عبور" رکاوٹ بن جاتے ہیں جنہیں صرف نئے طبقوں کے شعوری عمل سے، ان طبقوں کی بزور طاقت کوشش سے، انقلاب کے ذریعے، ہی راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ یہاں نئے سماجی خیالات کا، نئے سیاسی اداروں کا، نئے سیاسی اقتدار کا زبردست کردار بالکل واضح ہو کر سامنے آتا ہے، جن کا مشن یہ ہوتا ہے کہ پرانے پیداواری رشتوں کو طاقت کے ذریعے ختم کر دیا جائے۔ نئی پیداواری قوتوں اور پرانے پیداواری رشتوں کے درمیان ٹکراؤ سے، سماج کے نئے معاشی مطالبات سے، نئے سماجی خیالات پیدا ہوتے ہیں؛ نئے خیالات عوام الناس کو منظم اور متحرک کرتے ہیں؛ عوام الناس ایک نئی سیاسی فوج میں جڑ جاتے ہیں، ایک نئی انقلابی قوت تخلیق کرتے ہیں، اور اسے پیداواری رشتوں کے پرانے نظام کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کے لیے، اور نئے نظام کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لیے، استعمال کرتے ہیں۔ ارتقاء کا خود رو عمل، انسان کے شعوری عمل کو، پرامن ترقی پر تشدد اتھل پتھل کو، ارتقاء انقلاب کو، جگہ دے دیتے ہیں۔

مارکس کہتا ہے: "مزدور طبقہ، سرمایہ داروں سے اپنے مقابلے میں، حالات کی قوت سے اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ خود کو ایک طبقے کے طور پر منظم کرے۔۔۔ انقلاب کے ذریعے، یہ خود کو حکمران طبقہ بناتا

ہے، اور اس حیثیت سے، پیداوار کے پرانے حالات کو طاقت کے ذریعے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔" (کمیونسٹ پارٹی کا منشور، ص52)۔

اور مزید یہ کہ: "مزدور طبقہ اپنی سیاسی بالادستی کے ذریعے سرمایہ داروں سے، درجہ بہ درجہ، تمام سرمایہ چھین لے گا، پیداوار کے تمام آلات کو ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کرے گا؛ یعنی مزدور طبقہ خود کو حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم کرے گا؛ اور پیداواری قوتوں میں جس قدر ممکن ہو تیزی سے اضافہ کرے گا۔" (ایضا، ص50)۔

"طاقت ہر اس پرانے سماج کی دائی ہے جو نئے والے (سماج) سے حاملہ ہو۔" (مارکس، سرمایہ، جلد 1، 1955ء، ص603)۔

تاریخی مادیت کے جوہر کی تشکیل یہ ہے، جو کہ ایک عظیم دانا کی تشکیل ہے، جسے مارکس نے 1859ء میں اپنی مشہور تصنیف "سیاسی معیشت کی تنقید" کے تاریخی پیش لفظ میں بیان کیا تھا:

"اپنی زندگی کی سماجی پیداوار میں انسان ایسے واضح رشتوں میں داخل ہوتے ہیں جو ان کی مرضی سے آزاد اور ناگزیر ہوتے ہیں، یعنی پیداواری رشتوں میں، جو ان کی مادی پیداواری قوتوں کے ارتقاء کے واضح مرحلے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان پیداواری رشتوں کا مجموعہ سماج کے معاشی ڈھانچے کو تشکیل دیتا ہے، جو کہ وہ حقیقی بنیاد ہے جس پر قانونی اور سیاسی بالائی ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے اور جس سے سماجی شعور کی واضح شکلیں مطابقت رکھتی ہیں۔ مادی زندگی کی پیداوار کا طریقہ سماجی، سیاسی اور دانشورانہ زندگی کے عمومی عمل کو متعین کرتا ہے۔ یہ انسانوں کا شعور نہیں ہے جو ان کی ہستی کا تعین کرتا ہے، بلکہ، اس کے

برعکس، ان کی سماجی ہستی ان کے شعور کو متعین کرتی ہے۔ اپنے ارتقاء کے ایک خاص مرحلے پر سماج کی مادی پیداواری قوتیں پیداوار کے موجودہ رشتوں سے ٹکراؤ میں آجاتی ہیں، یا، جو کہ اسی بات کا قانونی اظہار ہے - ان ملکیتی رشتوں سے جن کے اندر رہتے ہوئے یہ اب تک عمل پذیر رہے ہیں۔ پیداواری قوتوں کے ارتقاء کی شکلوں سے یہ رشتے ان کے پاؤں کی بیڑیاں بن جاتے ہیں۔ تب سماجی انقلاب کا ایک عہد شروع ہوتا ہے۔ معاشی بنیاد کی تبدیلی کے ساتھ ہی قوی الجثہ بالائی ڈھانچہ بھی کم و بیش تیزی کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ اس قسم کی تبدیلیوں پر غور کرتے ہوئے پیداوار کے معاشی حالات کی مادی تبدیلی، جسے فطرتی سائنس کی ذریعے مستند انداز سے متعین کیا جاسکتا ہے، اور قانونی، سیاسی، مذہبی، جمالیاتی اور فلسفیانہ - الغرض، نظریاتی (Ideological - آئیڈیالوجیکل) شکلوں کے درمیان، جن میں انسان اس ٹکراؤ کا شعور حاصل کرتا ہے اور اس سے نبرد آزما ہوتا ہے، ہمیشہ فرق کرنا چاہیے۔ جس طرح کسی شخص کے بارے میں ہماری رائے اس بنیاد پر نہیں ہوتی کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا سوچتا ہے، اسی طرح ہم تبدیلی کے اس دور کا فیصلہ اس (دور) کے اپنے شعور کے ذریعے نہیں کرسکتے؛ اس کے برعکس، اس شعوریت کی تشریح لازمی طور پر مادی زندگی کے تضادات سے، سماجی پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے موجودہ ٹکراؤ سے، کرنی چاہیے۔ کوئی بھی سماجی نظام اس سے پہلے ختم نہیں ہوا جب تک کہ وہ تمام پیداواری قوتیں جن کی اس میں گنجائش تھی اس میں پیدا نہیں ہوگئیں؛ اور نئے، اعلیٰ تر پیداواری رشتے کبھی بھی اس سے پہلے نمودار نہیں ہوئے جب تک کہ ان کے وجود کے مادی حالات پرانے سماجی نظام کے بطن میں تیار نہیں ہوگئے۔ لہذا، انسانیت ہمیشہ اپنے لیے وہی اہداف مقرر کرتی ہے جنہیں وہ حل کرسکے؛ کیونکہ معاملے کو زیادہ نزدیک سے دیکھتے ہوئے، ہمیشہ یہ بات سامنے آئے گی کہ خود یہ فریضہ نمودار ہی تب ہوتا ہے جب اس کے حل کے لیے مادی حالات پہلے ہی وجود میں آچکے ہوں یا کم سے کم تشکیل کے عمل میں ہوں۔" (مارکس، منتخبات، جلد 1، صفحات 70-269)۔

یہ ہے مارکسی مادیت جب اس کا اطلاق سماجی زندگی پر، سماج کی تاریخ پر، کیا جائے۔

یہ ہیں جدلیاتی اور تاریخی مادیت کی بنیادی خصوصیات۔

جوزف اسٹالن۔